U129 Date - 5-1-78

Title - FALSAFA ILAHIYAAT; YAANI JANAB SHAMSUL ULM MAULEENA MAULVI MOHAMMAD HUSSAIN SAHAB AZAD.

Creator - Murattiba Agha Mohd. Tahir Nabeera Hazrat Azad.

Publisher - Matba Geelani (Lahore).

Date - N.A.

Pages - 96.

Subjects - N.A.

فلسفہ الہیات
جناب شمس العلماء مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم
اوراقِ پریشان سے نکال کر
آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرت آزاد

هو

فلسفۂ الٰہیات

یعنی

جناب شمس العلما مولینا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

کے

وہ حکیمانہ جذبات جو عربی فارسی سنسکرت سے اخذ کئے اور حالتِ بیخودی میں الہامی اردو کے انداز میں تحریر فرمائے

جنکو

اوراقِ پریشان سے نکال کر اس مجموعہ کی صورت دی گئی

مرتبہ

آغا محمد طاہر نبیرہ حضرت آزاد

در مطبع گیلانی لاہور باہتمام منشی نظام الدین پرنٹر طبع یافت

قیمت عمہ

خراب ساقی عشقم کہ جام جرعہ او
کلیم را کف دست و مسیح را دم سوخت

یا اللہ آج روحانی قوتیں عطا فرما کہ پروفیسر آزاد مرحوم کے "فلسفۂ الہیات" پر چند سطور دیباچہ لکھ سکوں۔ اے معانی سے بھرے ہوئے لفظو! کہاں ہو؟ ذرا سامنے آؤ تمکو صفحۂ کاغذ کے میدان میں آراستہ کروں، کاغذ سے یہ درخواست ہے کہ اپنا سینہ ان جواہر کے لئے کشادہ کردے۔ قلم! اب دیر نہ کر ان جواہر ریزوں کو وجد کے ہاتھوں سے نذر چڑھا +

ادبی دنیا کے رہنما کی وجدانی زندگی کا ایک صفحہ

حضرت آزاد مرحوم کے والد ماجد علامہ محمد باقر شہید شیعوں کے مجتہد تھے۔ اور اُنکے باپ بھی، اور جہاں تک کھوج نکالتے ہیں اُنکے بزرگ بھی صاحبان اجتہاد ہی نظر آتے ہیں۔ مولانا آزاد نے دینیات کی تکمیل گھر میں اپنے والد سے کرلی تو علوم مروجہ کے شوق نے دہلی کے عربی کالج میں پہنچایا، لیکن کالج میں مولانا کی تعلیم اس نہج پر ہوئی کہ اُس نے آپکی ذہنیت کی کایا پلٹ کردی اور آئندہ انقلابات کا پیش خیمہ بنگئی، لہذا اس اجمال کی تفصیل کیلئے اور مولانا کی کیریکٹر اسٹڈی کے لئے ہم ان مراتب کو سلسلہ وار لکھتے ہیں:-

دہلی میں نواب سید حامد علیخاں صاحب مرحوم بڑی چلتی رقم تھے کہ اپنی عقل و تدبیر کے زور سے ابو ظفر بہادر شاہ کے وزیر اعظم اور مختار کل بنے ہوئے تھے۔ اُنکی رئیسانہ طبیعت کو گوارا نہ تھا کہ دوسرا شخص بادشاہ کے مزاج میں دخیل ہو، ادھر یہ حال تھا کہ شہر میں مولانا محمد باقر علیہ الرحمہ اور قلعۂ معلی میں اُنکے دلی دوست حضرت ذوق کا طوطی بول رہا تھا۔ نواب صاحب موصوف کو اس کی تاب کہاں تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت ذوق کے توڑ پر تو حضرت غالب کو پہنچایا اور مولانا کے مقابلہ میں علامہ قاری جعفری علی صاحب مرحوم کو لا کھڑا کیا۔ قلعہ میں تو کچھ بس نہ چلا لیکن شہر میں دھڑا بندی شروع ہوگئی، رشک و حسد کی فوجیں پرے جمانے لگیں، قلعہ میں تو شعر و شاعری کا مسئلہ تھا، فقط جنگ کے

تیر کارستانیاں کرتے تھے۔ مگر یہاں مذہب کا معاملہ تھا۔ جوش و خروش کے توپچی کمریں باندھ، کفر و الحاد کے تیر برسانے لگے۔ مباحثہ سے مناظرہ اور مناظرہ سے مجادلہ تک نوبت پہنچی۔ سب جانتے ہیں کہ مباحثوں کی گرم بازاری میں مولویوں کا مسلک جدا ہوتا ہے۔ یہ جماعت جب ایک مرتبہ آستینیں چڑھا کر میدان کارزار میں آ رہتی ہے تو پھر کسی پاس و لحاظ کو دل میں جگہ نہیں دیتی۔ استاد ہو یا شاگرد کسی کو پناہ نہیں ملتی۔ قاری صاحب مرحوم خود مولانا محمد باقر مرحوم کے شاگرد تھے لیکن عربی کالج میں پروفیسر ہونے کی وجہ سے حضرت آزاد کے استاد بن گئے۔ مگر وقتی مصالح کی بنا پر دونوں رشتوں سے منہ موڑ کر نوابصاحب کا دامن زریں ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ ملا محمد باقر آخر استاد تھے اور شاگرد کی کمزوریوں سے خوب واقف۔ خود تو موقعہ بچاتے لیکن مسائل متنازعہ میں حضرت آزاد کو تیار کر کے کالج میں بھیجتے، یہ ان تیروں کو اپنی طرف سے منطق موشگافیوں کے زہر میں بجھاتے، پھر کالج میں جا کر شیریں زبانی اور خوش بیانی کی کمان سے اس طرح استاد پر برساتے کہ منہ پھیر دیتے۔ جب ان قصوں نے بہت طول پکڑا اور ہر روز نیا شگوفہ برسر جماعت کھلنے لگا۔ تو قاری صاحب عاجز آ گئے اور سمجھ گئے کہ شاگرد کے سینہ میں میر استاد جلوہ افروز ہے، کچھ بن نہ آئی تو پرنسپل سے کہہ کر مولانا آزاد کو دینیات کے شعبہ سے نکلوا دیا۔ پرنسپل انگریز تھا۔ انکے ہاں تنگ خیالی کو بار نہیں۔ اس نے مولانا آزاد سے کہا "مولوی صاحب تم اس جماعت میں نہیں رہ سکتے تمہارا استاد شکایت کرتا ہے کہ یہ مولوی پڑھنے نہیں آتا پڑھانے آتا ہے۔ لیکن تم بڑی خوشی سے سُنّی مولوی صاحب کے درس میں شامل ہو سکتے ہو۔" سُنّی دینیات کے پروفیسر دہلی کے مشہور عالم سید محمد صاحب مرحوم تھے۔ اور بڑے عالم اور آزاد خیال تھے۔ انہوں نے پہلے ہی دن حضرت آزاد سے کہا "ہم نے سُنا ہے کہ تم مباحثہ خوب کرتے ہو، لہذا آج فلاں بحث پر ہمارے سامنے تقریر کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ قاری صاحب استقدر نالاں کیوں ہیں"! حضرت آزاد نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ایسی شستہ اور برجستہ تقریر کی کہ مولانا سید محمد صاحب پھڑک گئے۔ اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور کہنے لگے "ایسے ذہین اور ہونہار انسان تو النادر کالمعدوم کا مصداق ہیں۔ صدیوں میں جا کر کہیں ایک دو لوگ اس قسم کے پیدا ہوتے ہیں، محمد حسین! تم خاطر جمع رکھو، ہم تم کو پڑھائینگے اور خاص توجہ سے پڑھائینگے"! چنانچہ مولانا نے سُنّی دینیات کی تکمیل مولانا سید محمد صاحب سے کی۔ اس دلخراش واقعہ سے اتنی بات ضرور ہوئی کہ شیعہ سُنّی دونوں کے مذہب سے مولانا اچھی طرح واقف ہو گئے۔ اور اسلام کے ان دو اہم اور زبردست فرقوں کی خوبیاں اور کمزوریاں دل پر روشن ہو گئیں جن کی مدد سے اس فرشتہ خصلت انسان نے اپنے لئے ایسا راستہ ڈھونڈا جو تعصب اور تنگدلی کے کانٹوں سے صاف تھا اور ملائکہ شمع ہاتھوں میں لئے رہنمائی کر رہے تھے۔

سچ پوچھو تو اگر تعصب کی عینک اتار دی جائے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان دو فرقوں میں سے ایک فرقہ سراپا مجموعۂ عیوب ہے اور دوسرا از اوّل تا آخر گلدستۂ محاسن ہے۔ مگر آپس کی لاگ اچھائیوں سے انکار کراتی ہے اور دشمنی عیوب کو اور چمکا کر دکھاتی ہے۔ اور دونوں طرف کے مولوی اس شر میں اپنے لئے خیر ڈھونڈ لیتے ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اپنے ذاتی فواید کے لئے یہ مولوی لوگ خلقِ خدا کو کس طرح حیران کرتے اور لڑاتے ہیں +

اب مولانا کی اعتقادی دنیا میں پہلا انقلاب آیا۔ خاندانی اجتہاد کو جو قومی سرداری کا بہانہ تھا قطعی دل سے نکال دیا۔ بلکہ مدت العمر امام بنکر نماز بھی نہ پڑھائی۔ پختہ ارادہ کر لیا کہ تعصب سے علیحدہ ہو کر کام کرنا چاہئے جس سے ملک و ملت کو فائدہ پہنچے۔ بیشک عقاید کے لحاظ سے مولانا شیعہ تھے لیکن اُن عقاید کی بنیاد حضرت علی علیہ السلام کے کمالات روحانی اور درجات علوی تھے نہ کہ خلافت اولیٰ کے تباہ کن فتنہ پرداز جھگڑے، اور ان عقاید کا اثر وفورِ محبت و مودۃ اہلبیت طیب و مطہر تھا نہ کہ اُن کے مخالفین و معاندین پر تبرّا اور لعنت کی بوچھار +

اس انقلاب کے بعد دوسرا قدم مولانا نے یہ اٹھایا کہ حضرتِ ذوق کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ظاہر میں تو خاندانی تعلقات اور شعر و شاعری باعث ارتباط و اختلاط تھی۔ لیکن پردے پردے میں اُستاد کا باطنی فیض بھی پہنچ رہا تھا۔ حضرت ذوق بڑے متوکل، صوفی، اور درویشانہ صفات کے انسان تھے۔ اسکے علاوہ مولانا خود بچپن سے اپنے گھر میں قال اللہ اور قال الرسول ہی سنتے آئے تھے۔ طبیعت نے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا تھا، بہت سا وقت جو تصنیف و تالیف اور امور خانہ داری سے بچتا، درود و وظایف میں صرف ہوتا +

اسی اثنا میں غدر ۱۸۵۷ء کا محشر خیز ہنگامہ برپا ہو گیا، جس کی تصویر مولانا نے خود ان الفاظ میں ایک جگہ کھینچی ہے "فتحیاب لشکر کے فرعون بے سامان سپاہی دفعتاً گھر میں گھس آئے اور بندوقیں دکھائیں کہ جلد نکلو۔ دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی۔ بھرا ہوا گھر سامنے تھا اور میں حیران کھڑا تھا کہ کسے اُٹھاؤں اور کسے چھوڑوں۔ آخر الامر حضرت ذوق کے دیوان کا مسودہ بغل میں مارا۔ سجے سجائے گھر کو چھوڑ ۱۱ نیم جانوں کے ساتھ گھر سے بلکہ شہر سے باہر نکلا۔ غرض میں تو آوارہ ہو کر خدا جانے کہاں سے کہاں نکل آیا" ان واقعات کی تفصیل ایک قیامت کا مرقع ہے۔ یہاں اسکی گنجائش نہیں۔ انشاء اللہ حیات آزاد لکھونگا تو وہاں آنسوؤں کی لڑیاں آویزاں کرونگا۔ فقط اتنا کافی ہے کہ گھر بار، جائداد، پریس، کتب خانہ، اثاث البیت، زر نقد و جنس غرض تنکا تنکا پلک جھپکانے میں اپنے سے پرایا ہو گیا۔ جو گھر اور سامان سو سال میں بنایا تھا غدر کی بجلی نے ایک آن میں فنا کر دیا۔ خاصکر کنبہ ایسا کہ ہندوستان بھر میں اسکی نظیر ملنا مشکل تھی۔ ان سب پر طرّہ یہ کہ علامہ باقر صاحب شہید ہو گئے۔ بچّے توپ کے گولوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ جنکے کفن دفن کا انتظام جسطرح ہوا اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ اکبر مستورہ پردوں میں بیٹھنے والی بیبیاں، بے برقعہ اور بے چادر جنگل میں حیران پھرتی تھیں نہ آسمان ٹوٹ کر اُن کی مشکل آسان کرتا تھا نہ زمین پھٹ کر ان کی پردہ پوشی کا ذمہ لیتی تھی +

اے امن وامان کے نشہ میں مخمور دوستو! ذرا سی دیر کے لئے ان باتوں کو اپنے دماغوں میں جگہ دو۔ پھر معلوم ہوگا کہ جس انسان پر یہ حادثات گذرے ہوں، وہ دنیا اور دنیا والوں سے کیا دل لگائیگا؟ بے ثباتیٔ عالم کی تحقیق میں یہ وہ سبق قدیم تھا جو مولانا نے اٹھایا اور پھر جیتے جی اس بیوفا دنیا کی طرف توجہ نہ کی۔ مرتے دم تک اسے منہ نہ لگایا بلکہ صرف اس قدر تعلق رکھا کہ دفع الوقتی ہوجائے اور مشاغل علمی و روحانی میں کوئی فرق نہ آنے پائے +

آخر کار آوارگی اور سراسیمگی کا زمانہ ختم ہوا۔ جو تمام کا تمام درویشانہ لباس اور وضع میں بسر ہوا۔ اکثر راتیں درویشوں ہی میں گذاریں۔ اکثر ایام خانقاہوں ہی میں بسر کئے۔ آخر الامر بڈھیانہ ہوتے ہوتے لاہور آئے اور استقلال نصیب ہوا اور یہاں آکر زیادہ تر توجہ علمی مشاغل اور قوم کی بہبودی کی طرف مبذول کی۔ مگر ذکر و اذکار درود وظائف جو ان کی عمر بھر کی کمائی تھی اب اس حالت میں بھی دم کے ساتھ تھے کبھی ان سے غافل نہ رہتے۔ ہاتھ پیروں کو دنیا والوں کی بھلائی میں اور دل و دماغ کو معبود حقیقی کی یاد میں لگائے رکھتے تھے +

علمی مشاغل میں زبانوں کی تحقیق اور بال کی کھال نکالنے میں جو کمال مولانا کو حاصل ہوا، وہ سب پر روشن ہے۔ اسی سلسلہ میں عربی فارسی سنسکرت ژند پاژند اور خدا جانے کن کن سمندروں میں شناوری کی، اور جو جو موتی اس غواص نے کھوج نکالے، تصانیف متعددہ میں اپنی آب و تاب سے ناظرین کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ عیاں را چہ بیاں؟ اس تحقیق میں ان قوموں کی ابتدائی زندگیاں، روحانی کمالات، جذبات و احساسات، عبادت کے طور طریقے، سب ہی کچھ سامنے آئے اور دماغ کے نگارخانہ میں محفوظ رہتے رہے۔ خصوصاً ان اقوام کے علوم روحانی اور ذخائر تصوف کبھی علمی حیثیت سے کبھی وجدانی رنگ میں، اور کبھی حکیمانہ شان میں، غرض مختلف صورتوں میں مولانا کے سامنے آتے رہے اور اپنی طرف کھینچتے رہے۔ عربی فارسی تو گھر کی دولت تھی منطق اور فلسفہ یونان نوک زبان تھا تصوف کا درس بچپن سے ازبر تھا۔ مگر سخندان فارس نے ژند پاژند اور سنسکرت کے روحانی فلسفہ سے بھی آگاہی دی جس کا ایک ہلکا سا نقش سپاک و نماک میں موجود ہے +

غرضکہ یہ تمام واقعات کچھ اس ترتیب سے جمع ہوتے رہے کہ روحانی ذوق و شوق کو بڑھاتے ہی رہے۔ دوسری جانب دنیا کی بے ثباتی رات دن صفحۂ دل پر بطرح نقش کالحجر ہوتی رہی، کہ اس مردار کی طرف کبھی توجہ ہی نہ ہوئی۔ ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ پندرہ سولہ بچے مولانا کے ہاں پیدا ہوئے اکثر بڑھے، جوان ہوئے، پروان چڑھے۔ مگر قریب قریب سب آنکھوں کے سامنے خاک کا پیوند ہوگئے۔ لیکن در پردہ یہ تمام واقعات روحانی عمارت کیلئے مواد کا کام دیتے رہے اور طبیعت کو زیادہ لگاؤ بیشتر ہوتا گیا +

سنہ ۱۲۸۲ھ میں ایک سرکاری ضرورت سے کابل، سمرقند، بخارا، اور وسط ایشیا کا سفر کرنا پڑا، تو وہ بھی قلندرانہ طریقہ اور لباس میں کیا، وہاں کے صاحب حال بزرگوں سے ملے ان کو دیکھا بھالا اور جب علمی مشاغل سے فارغ ہوتے تو جس طرح زبانوں کے کھوج نکالتے ہیں اس روحانی فلسفہ کے سراغ کے درپے ہوتے اور مختلف ممالک کے فلسفوں کو بڑی

خوبی کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوست کرتے - چنانچہ اس بات کا بہت کچھ ثبوت ناظرین کو اسی کتاب میں ملیگا - مگر یہ باتیں اکثر اکیلے میں ہوتیں اور خاص اپنی ذات کیلئے مخصوص تھیں اور دوسروں سے انکا کچھ واسطہ نہیں +

ایک دفعہ ایک تختی لائے جو شاید اب بھی ملتی ہو وہ روحوں کو بلاتی تھی - روحیں سوالات کا جواب پنسل سے لکھ دیتی تھیں - مگر یہ بہت ابتدائی باتیں ہیں - کچھ دنوں بعد اُسے پھینک دیا - اور بغیر کسی خارجی مدد کے، خود فرماتے کہ وہاں کی یا فلاں جگہ کی روح آئی ہے - پہلے خود سوال کرتے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہتے، بعد ازاں تعجب کے لہجہ میں اس بات کا جواب دیتے - اور کہتے "اچھا! تو یوں ہے" معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیر شخص بہت ہی آہستگی کے ساتھ اُن سے کچھ کہہ رہا ہے یا دل و دماغ میں اُن باتوں کا جواب اُتر رہا ہے - جس کو یہ اپنے دل و دماغ کا نتیجہ نہیں سمجھتے بلکہ کسی اور قوت کا اثر سمجھتے ہیں - مگر یہ سب باتیں اُس وقت کی ہیں جب گورنمنٹ کالج لاہور میں لکچرار تھے - احباب و آشنا سے ملتے تھے سارے کام حسب معمول کرتے تھے - بایں ہمہ طبیعت میں ایک لٹک سی پیدا ہو چلی تھی - اور اکثر اوقات تنہائی میں آپ ہی آپ باتیں کیا کرتے تھے - اسی حال میں ۱۸۸۵ء کے آخر میں ایران کا سفر کیا، جہاں سے واپس آکر سخندان فارس مکمل کیا، سفرنامہ اور لغت کا مسودہ بنا کر لائے - یہ سب چیزیں تو دنیا والوں اور اہل ملک کیلئے تھیں - اپنے لئے جو کچھ لائے وہ دماغ میں محفوظ تھا - پھر کالج میں آکر لکچر دینے لگے +

اکبری دروازہ کے باہر کتب خانہ آزاد قایم کیا جسمیں چیدہ چیدہ اور نایاب کتابیں قرینے سے سجائی تھیں - ظاہر میں یہ سب کچھ تھا لیکن باطن میں دوسرا رنگ غالب آجاتا تھا - دریں اثنا مولانا کی ایک چہیتی اور لاڈوں کی پالی فاضلہ بیٹی کا انتقال ہوگیا جو بقول مولانا اُن کے علمی مشاغل میں اُنکی مشیر اور دست راست تھی - اس واقعہ نے قلب پر بہت اثر کیا اور اس دنیا سے بالکل جی اُچاٹ ہوگیا، مگر وارے ضبط! منہ سے اُف تک نہ کی، دامن صبر ہاتھ سے نہ چھوٹا - لیکن دنیا سے جو ذرا بہت لگاؤ تھا سب جاتا رہا - اس دہر فانی کی بے ثباتی کا نقش جلی حرفوں میں سینے پر لکھا گیا اور اُسے مطالعہ کرنا مولانا کا خاص مشغلہ ہوگیا +

آخرکار وہ دن آگیا جبکہ ساغر دل مختلف قسم کی شرابوں سے سراپا معمور ہوگیا ع پیمانہ بھر چکا تھا چھلکنے کی دیر تھی سو اس کے لئے ایک بہانہ مل گیا - قدرت نے وہ سامان بھی پیدا کردیا ۱۸۸۹ء کے لگ بھگ لاہور میں ایک درویش سید وصیان شاہ چشتی تشریف لائے جو کبھی سالک تھے اور کبھی مجذوب - پاس ہی نویں کوٹ میں قیام کیا بعض اوقات اچھی خاصی باتیں کرتے - جاننے والوں سے صاحب سلامت بھی کرلیتے لیکن بعض اوقات بالکل آپے سے باہر ہوکر خدا جانے کیا کیا سنا دیتے - عموماً لوگوں سے بات نہ کرتے تھے - مولانا کو بھی تقدیر اُدھر لیگئی - سید صاحب بہت محبت و شفقت سے ملے جو کچھ نذرانہ یا پیشکش مولانا لیجاتے، وہ قبول فرما لیتے - بعد چندے راز و نیاز کی مجلس گرم ہونے لگیں تخلیہ کی ان صحبتوں کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا بہت جلد ظہور میں آگیا کہ مولانا باایں ہمہ علم و فضل دیوانگی و وارفتگی

کے ہمدوش ہو کر محبت کے کوچہ و بازار میں رسوائی کا نعرہ لگائے پریشانی کا پٹکا باندھے۔ جذب کامل کا علم ہاتھ میں لئے باآواز بلند یہ شعر پڑھتے ہوئے مارے مارے پھریں۔ ؏ اگری کا ہے گماں تشکیک ملاگیری کا + رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر

ایکدن مولانا کالج سے پڑھا کر نکلے تو بجائے گھر آنے کے نویں کوٹ چلے گئے۔ ابھی چند قدم کا فاصلہ تھا کہ سید صاحب نے نظر اٹھا کر دیکھا مسکرائے اور فرمایا "جا محمد حسین جا تیرے لئے دلی کا حکم آیا ہے دلی چلا جا" خدا جانے اس اک کلمۂ ناز میں کیا جادو تھا۔ اور اس اک فقرہ میں کیا تاثیر تھی جسنے آزاد کو اپنا اسیر بنا لیا۔ گویا یہ بات جو سید دھیان شاہ کے منہ سے نکلی اک بجلی تھی جسنے صبر و سکون، ہوش و حواس، تمدن و وضعداری، علمیت و تجربہ کاری، سب کو خاک سیاہ کر کے اس جسم خاکی میں وہ کیفیت پیدا کر دی جسکی ادنی جولانگاہ دار و رسن ہے صحرا نوردی جس کا معمولی سا کرشمہ ہے جسمیں تلوار کے وار کو ایک دلفریب ادا ظلم و جفا کو عین وفا خیال کیا جاتا ہے، تغافل کا رواج ہے بے تعلقی کا چلن ہے +

الغرض بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید والی بات ہو گئی، حضرت آزاد اسوقت پیدل دلی کیطرف روانہ ہو گئے ٹپیالہ وغیرہ ہوتے ہوئے جنگل بیابانوں سے گذرتے ہوئے دلی پہنچے مگر عجیب شان سے پہنچے سر سے پگڑی غائب پیر میں جوتا ندارد، حال حیران پریشان، ایک آناً فاناً میں تمام دلی میں شور مچگیا کہ شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب اس حال میں وارد شہر ہوئے ہیں۔ ایک دنیا تھی کہ آپکو دیکھتی تھی اور انگشت بدنداں تھی۔ رشتہ دار و نکو یقین نہ آتا تھا جب آنکھوں سے دیکھتے تھے تو بے اختیار روتے تھے کہ ہائے یہ کیا ہو گیا۔ ہائے اب کیا ہو گا" منت سماجت کرتے کہ برائے خدا گھر چلئے۔ مگر یہاں کون سنتا تھا۔ کبھی قدم شریف کبھی استاد ذوق کی قبر کبھی شہر کبھی جنگل، جہاں مستوں کا من کہتا وہیں جاتے اور دن گذارتے، بہت بھوک لگتی تو کسی دوکان سے مٹھی بھر چنے اٹھا لئے وہ بھی کئی کئی دن کے بعد۔ لوگ کھانے اور مٹھائیاں پیش کرتے مگر مولانا نگاہ اٹھا کے بھی نہ دیکھتے ادھر کا حال سنئے گھر والے سب لاہور میں حیران سرگردان تھے کہ مولانا کہاں گئے۔ آخر دلی سے خبر آئی تو اک کہرام مچگیا، والد ماجد مرحوم دہلی گئے۔ ڈھونڈا، بہت کچھ سمجھایا کہ خدا کے لئے گھر چلئے۔ مگر ایک نہ مانی۔ آخر والد صاحب ملازمت سے مجبور تھے واپس چلے آئے۔ اس عرصہ میں وہ جذبہ، سکون کی طرف مائل ہو چلا تھا۔ انکے بچپن کے دوست شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب مرحوم منا بر جا کر اپنے دولت خانہ پر لے آئے تقریباً ایک سال تک مہمان رکھا، اور وہ وہ ناز برداریاں کیں کہ اس زمانہ کی دوستی اور محبت اُن پر قربان ہے۔ خود اور سارا گھر گویا اُن کے حکم کے پابند تھے۔ اس عرصہ میں طبیعت نے بہت کچھ قرار پکڑ لیا تھا، اور سید دھیان شاہ والی کیفیت ہو گئی کبھی سالک تھے کبھی مجذوب، چنانچہ والد صاحب دہلی گئے اور اپنے ساتھ لے آئے۔ اب مولانا اپنے علیحدہ مکان میں رہنے لگے۔ آس پاس الماریوں میں کتبخانہ سجا دیا درمیان میں پلنگ، ایک گوشہ میں چھوٹا سا بوریا، اس پر فرش کاغذ قلم دوات سب کچھ پاس رکھکر بیٹھتے، صبح شام دُہی پیتے، چار پانچ میل سیر کو جنگل یا باغوں میں جاتے

جہاں ہر پتہ اُنکا مخاطب تھا، ہر درخت اُن سے بات کرتا تھا، نسیم کا ہر جھونکا اُن کے لئے نئی خبریں لاتا تھا۔ اور پھولوں کی خوشبو خدا جانے کس کا پتہ دیتی تھی۔ غرض کہ صبح و شام کی تفریح آنکی زندگی تھی، راہ میں کوئی ملتا اور سلام کرتا تو جواب دیتے اور کھڑے ہو کر اُسکے لئے دعا کرتے اور روانہ ہو جاتے۔ دونوں وقت گھر پر کھانا کھاتے آم اور تربوز سے بہت رغبت تھی +

یہ تاریخ بھی اُس چھاپہ خانہ کی جس میں سے ایسی کتابیں نکلی ہیں جنھوں نے اُردو کو چار چاند لگا دیئے ہیں مولانا نے مرحوم اگر یورپ یا امریکہ میں ہوتے تو اُنکی زبان سے نکلا ہوا اک اک حرف قلمبند کیا جاتا۔ اور اُنکے ذریعہ دماغی اور روحانی ترقیات اور کیفیات کے مدارج معلوم کئے جاتے لیکن یہ ہندوستان ہے جہاں لوگ زیادہ تر مذہبی رسومات کے گرویدہ ہیں نہ کہ مذہب کے۔ اور انہیں ساختہ پرداختہ رسومات پر کٹے مرتے ہیں + یہ تمام کیفیات گویا مولانا کی ذہنیت کے ابتدائی مراحل سے لیکر انتہائی معراج تک کی ایک مجمل مگر سبق آموز تاریخ ہے۔ اس کتاب کے متعلق نہ کچھ لکھونگا نہ لکھ سکتا ہوں یہ دیباچہ ہے، وہ کام مقدمہ لکھنے والے کا ہوگا، جس کی قسمت میں لکھا ہے وہی اس عزت سے سرفراز ہوگا۔ چند الفاظ اُن لوگوں کے لئے لکھ دونگا جو آجکل نئی روشنی کے تیل سے علم کا چراغ روشن کئے بیٹھے ہیں وہ اسے مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقیع نہ سمجھینگے۔ اس دیباچہ کو غور کے ساتھ پڑھیں پھر کتاب کو چھوئیں +

اس کتاب میں، اُردو زبان میں، الہامی طرز میں، (جو اُردو میں شاید بےنظیر ہے) مختلف باتیں دیکھینگے کچھ حصہ تو دعائیں اور التجائیں ہیں۔ بعض عقاید کی بحثیں ہیں، اور عقلی نظریات ہیں جو مختلف زبانوں میں موجود تھے اُن کو آپس میں مولانا نے متوازن کیا ہے۔ طرز تحریر جلد جلد بدلتی ہے۔ اس سے گو ابتدا میں ذرا اُلجھن ہوگی لیکن بیدل نہ ہونا چاہیئے، اس نئی طرز کی اُردو کو دو چار دفعہ سنبھلکر پڑھو تو مشکلات حل ہو جائینگی +

مولانا نے یہ کتاب عالم خود فراموشی میں لکھی ہے۔ اسلئے ہر اُس شخص کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو دقیق النظر ہونے کے علاوہ نفسیات سے بھی کچھ لگاؤ رکھتا ہے۔ کیونکہ مولانا نے اس کتاب کو اس رنگ میں لکھا ہے گویا یہ تمام مضمون کوئی دوسری قوت لکھوا رہی ہے۔ وہ خود کچھ نہیں لکھتے +

اب خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں، کہ یا اللہ! اپنے اُس مست کو جو دنیا کی آزمایش اور امتحان میں پورا اُترا اور جس نے تجھے پا لیا۔ اُس کی ایک نگہ مستانہ کو اس بدمست کی طرف بھی پھیر دے۔ شاید یہ بھی پارس ہو جائے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

لاہور۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۶ء

دعا کا محتاج
طاہر نبیرہ آزاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پتا کا جامیا (راہ آگاہی)

اب بھی جو تو ہم سے لے تو ہم تجھے دیں ۔ تو ہم سے لے اُوروں کو دے یہی ہے
دنیا کی راہ ہم نے تجکو دیا۔ تُو اُوروں کو دے کہ وہ تجکو لیں۔ اور تجھ سے مستعار
نہ لیں مستقل نہ لیں وہ لیں کہ راسخ ہو دل میں۔ اور جو لیں وہ ایسا لیں کہ اُوروں کو
دیں۔ اور یہ لیں دین چلا جائے۔ جب تک کہ جائے۔ اور جائے۔ اور جائے۔

یہ ہے ہماری راہ آہ آہ آہ آہ اَہ اَہ اَہ ہہ...

ایک یہ دن ہے کہ تو ہے۔ ایک دن ہے کہ تُو نہ ہو۔ تُو ہو تو اُور ہو۔ اور کچھ ہو
اور اُور سے اُور ہو۔ ہٹو۔ اور ہو۔ اور ہو۔ ہم ہوں اور تو۔ اور اُور نہ ہو۔ پھر بھی ہم تجھے
دیں۔ اور تو ہو کہ لے۔ اور لے اور لے۔ ہم کہیں یہی ہے؟ تو کہے ہاں ایشور یہی

ہے۔ہم کہیں۔کیوں ہم نے کیسا دیا؟ تو کہے۔مہاراج جو کہا تھا اُس سے زیادہ دیا!
۔ہم کہیں ابھی اَور دینگے۔تو کہے۔مہاراج آپ ایسے ہی ہیں۔اور اس سے زیادہ ہیں!
۔ہم کہیں زیادہ ہیں تو اِس سے زیادہ لے۔تو کہے۔زیادہ ہو تو پھر میں کیا کروں؟
۔ہم کہیں۔اَور لے۔تو کہے مہاراج دوں کسے؟ کوئی ہے نہیں۔ہم کہیں دیکھ۔
۔ہم نہیں ایسا کریں گے کہ یہ بہ تنگ ہو جائینگے۔اور کہیں گے۔جیتے ہیں مرتے نہیں
۔جیتے ہیں مرتے نہیں۔ہائے کیونکر مریں؟ مرے مرے مرے۔ارے مرے
مرے مرے۔ارے غضب رے! ارے غضب رے! کیسی ہوئی؟ کیسی ہوئی؟
ہَے ہَے بُری ہوئی۔ہَے ہَے بری ہوئی۔یہ تو بُری ہوئی۔بُری بُری بُری
آہ آہ ہائے ہائے ہا ہا ہا ہَو ہَو ہَو

اے صادق القول نفس ناطقہ کہہ

اَے سہارا دینے والے! تو نے ہمیں دیا۔ ہم نے تجھ سے لیا۔ تو ہے دینے والا

۔ یہ ہے ناطقہ لینے والا۔ میں ہوں بیچ میں۔ جو تو دیتا ہے مَیں لیتا ہوں۔ میں لیتا

ہوں اور کہتا ہوں۔ یہ کیا ہے؟ تو کہتا ہے؟۔ ہاں یہ وُہی ہے جو ہم نے کہا تھا۔

اے میرے ایشور تو نے وہی کیا جو کہا تھا۔ میں وہ نہیں کر سکتا جو وعدہ دیا تھا

۔ ہاں تو ہو میرے وَعدہ کا پورا کرنے والا اے میرے ایشور۔

اے میرے ایشور تو کر میرا وعدہ پورا۔ میں تو ہوں اپنے کام میں کوتاہ۔ جو تو نے

لکھوایا تھا میں نے لکھا تھا۔ اب میں آپ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اے میرے

بند ے ہم لکھواتے ہیں تو لکھ۔ ہم جانتے ہیں تُو لکھے گا وہی جو ہم کہتے ہیں۔ تُو ہے۔

ہم ہیں۔ پھر کیوں نہیں لکھ سکے گا۔ اے میرے ایشور میں ہوں۔ تُو ہے مگر میں

تو اِن میں ہوں۔ یہہ اَور ہیں۔ مَیں اَور ہوں۔ یہ مجھ میں ہو کر آپ کچھ کا کچھ کہہ دیتے

نفس ناطقہ خود کہتا ہے - نفس ناطقہ کہتا ہے

ہیں ۔ مَیں حیرۃ میں ہوں کہ کیا کہوں؟ اور کیا لکھوں؟ تو مجھے وہ دے کہ ان کا اثر
اُس میں نہ ہو۔

اے میرے ایشور میں نے تجھے پایا۔ تو نے مجھے پایا۔ اب مجھے اُن کی کیا
پروا۔ اے میرے بندے تجھے کیا خبر ہے۔ وقت ہوگا کہ تجھے یہ سخت ایذا
ہوگی اور تو نہ کرسکے گا کچھ۔ ہم ہونگے یہاں۔ تو ہوگا ناسوت میں ہم کچھ نہ کرسکیں گے
تو ہوگا زاری میں۔ ہم ہونگے بیزاری میں اور کہیں گے۔ جاؤ بے ایمانو۔ جاؤ
بے ایمانو۔ ہوگے نہ ہوگے۔ ہوگے نہ ہوگے۔ ہم ہیں اپنے کام میں۔ تم ہوئے
ناکام۔ دیکھو یہ ہے ہمارا کام! ہم ہیں کہ کرتے ہیں پورا فلسفۂ الٰہی کو۔ اور دیتے
ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ ۔ تھے ہم سری مہاراجہ جے چند ہوئے ہم پر وفسر
آزاد دیکھو یہ ہیں ہم۔ ہم یہ ہیں۔ تم یہ نہیں۔ اے ایشور مہاراج کونسا وقت
وہ؟ کہ میں رہوں۔ یہ نہ ہوں۔ میں تو ہوں کام میں۔ یہ ہوں نکمّے۔ میں نے انہیں
دیکھا ہے ایسا۔ انہوں نے بھی دیکھا ہے۔ مگر نہ سمجھے۔ اب ہیں بدتر۔ ہوں

بد تر سے بد تر۔ یہی ہے حال کہ آج سے دو دن کے بعد یہاں کوئی دیکھے گا کہ یہ کہاں ہے؟۔ یہ ہے ہماری حکمۃ جس دن اُسے پورا کریں گے ہوگا **فلسفہ**۔ آج ہم پتا کا کا حاصل لکھواتے ہیں۔

پہلا ملاپ

اس میں اُن چیزوں کا بیان ہے جنہیں ہم دیکھتے ہیں۔

۔ اور وہ ہیں! اور سوچتے ہیں۔ اور پاتے ہیں کہ ہیں!

پہلے اُن میں مادّہ ہے ۔ وہ ہے! ۔ اور وہ معدوم نہیں ہوتا۔ اُسے کیسا ہی رگڑ دو یا کاٹ کر چاہو کہ وہ ایسا ہو کہ سمجھو اب نہ رہا۔ یہ نہ ہوگا۔ وہ ایسا ذرّہ ذرّہ مہین ہو کر عالم اور آفاق میں پھیلا ہوا اُڑ رہا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ ہے! وُہ کیا ہے؟ وہ **ہیولیٰ** اس کے ذرّے ایسے ننھے ننھے مہین ہیں کہ کسی قوۃِ حسّی سے معلوم نہیں ہوتے، ان کو بھی چاہیں تو ایک کو دو اور دو کو چار کر ڈالیں۔ تو

وہ رہیں گے یہ نہ ہوگا کہ کہیں اب معدوم ہو گئے۔ اسی کو ہم نے عرب میں کہا

جزو نامجزّیٰ

کہ ہر جزو مجزّیٰ ہے جزوِ نامجزّیٰ محال ہے۔ اچھا تم ایک جزو نامجزّے لاؤ۔ ہم دوسرا ویسا ہی اَور لیں گے اور دو کو ملائیں گے۔ اور ایک تیسرا ویسا ہی اور لے کر اُن دو کے اوپر رکھ دینگے۔ ان دو کی درز جہاں ملی ہوئی ہے۔ اوپر والے کی کسی جگہ پہ ہوگی۔ وہیں سے کٹا۔ اور دونو ٹکڑے موجود۔ اُنہیں پھر چاہو تو پھر اسیطرح کاٹ لو۔ اور کاٹتے چلے جاؤ معدوم نہ ہونگے۔

اچھا قرعِ عبیق میں ڈالکر تحلیل کرو۔ وہ نہ رہیگا۔ اَور صورۃ میں ظاہر ہوگا۔ معدوم نہوگا دُھواں ہو جائیگا۔ ہَوا ہوگا نظر نہ آئیگا۔ پر ہوگا! ہیولے میں مل جائیگا تب نظر نہ آئیگا

۳ کیپوا۔ یہ ایک قوّۃِ مُصوِّرہ ہے۔ اسے عشق ہے کہ ہیولے سے مل کر کسی صُورۃ میں ظاہر ہو۔ ہم نے عرب کو یہ لفظ دیا۔ اُنہوں نے نہ لیا۔ اور اسے صورۃ کہا۔ صورۃ اَور شے ہے۔ یہ ایک کُرہ ہو کر فلک الافلاک سے نیچے ہے۔ اور ہر جگہ پر جو صورۃ مناسب ہے اُسے ظہور دیتی ہے۔ ہم اسے صورۃ کہتے ہیں۔ یہ کیپوا

سے اِدھر آتی ہے۔ اور ہیولےٰ میں ہو کر ہمیں نظر آتی ہے۔ اگر اُدھر سے نہ آئے تو یہاں ہیولےٰ ہی ہیولےٰ رہے اور وہ نظر نہ آئے۔ صورۃ جب کیبوا سے جدا ہوتی ہے تو جوہر ہوتی ہے جب ہیولےٰ سے ملتی ہے تو عرض ہو جاتی ہے۔

۱ الشکل — تا وقتیکہ ہیولےٰ میں نہیں آئی اسے شکل کہتے ہیں۔ شکل صورۃ ہے بن مادہ کے مادہ اُسے قائم رکھتا ہے۔ مادہ کو اس سے تعلق ہے جو جوہر کو ہے عرض سے

الماّدہ — مادہ بھی بے شکل کے۔ ہیولےٰ اور مادہ ایک نہیں۔ مادہ ظہورِ صورۃ سے پہلے ہے۔ جیسے شکل ظہورِ صورۃ سے۔ یہ باتیں یاد رکھنی مشکل ہیں۔ اور سمجھنی اُس سے زیادہ مشکل۔ یہی فلسفۂ آلٰہی کی ابتدا ہے۔

۲ سنبوا کا — ۳ سنبوا کا۔ عرب نے اسے صورۃ جسمیہ کہا۔ یہ نہیں۔ صورۃ کو تم نے جانا شکل کو جانا۔ سنبوا کا جب جسم میں ہے تو صورۃ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو۔ جب اُدھر سے پھر کر اَور طرف ہوا اور پھر صورۃ اس کی خیال میں رہے وہ سنبوا کا ہے نہ وہ ہے کہ جیسے عرب نے صورت جسمیہ کہا۔

سنیوا کا حد ود محدود ہوتے ہیں۔ نامحدود ہوں۔ یہ ممکن نہیں۔ ممکن وہی کہ کہیں ہوتو سہی۔ پھر وہ ہوتو رہے کہاں؟۔ اچھا رہا۔ پھر وہ وقت کہاں جو اُس کی مسافۃ طے ہو۔ البتہ ظفرہ۔ پھر وہ ہوا تو معلوم کیا ہوا؟ وہاں وقت نہیں ہے۔ ظفرہ یہاں ہے وہاں نہیں ہے۔

کیاپا۔ اسے عرب نے صورۃ نوعیۃ کہا، مگر نہ ہوا۔ صورۃ نوعیۃ وہ ہے جو ایک نوع کے لئے ہو۔ کیاپا وہ ہے کہ جب ایک نوع میں ہو تو یہ ہو، اور جب جدائی میں آئیں تو وہ نہ ہو۔ فصیل باوجود یکہ امتیاز دیتی ہے۔ خود دیکھو تو نہیں ہے۔ بس یہ ہے۔ صورۃ نوعیہ صرف تھے ہے۔ ہم نے اسے عرب میں کوئی لفظ نہیں دیا۔ وہ بھو تھا کچھ۔ سمجھے کچھ۔

ہیاوتا۔ عرب میں ہم نے اسے زمان کہوایا۔ اسے سب جانتے ہیں۔ ارسطو کو ہم نے کہا اس کی تعریف کہہ۔ اُس نے ہم سے نہ لی۔ آپ ہی کہی۔ وہ ہوئی مگر مشکل تھی سمجھ میں نہ آئی ہم نے کہا یوں کہہ۔ اسے اُس شے کا اندازہ کرتے ہیں

جو اندازہ کے قابل ہو۔ یہی تعریف ہوئی۔ سب نے اسے منظور کیا۔ وہ کہتا تھا۔

مَا یَکُونُ فِیہِ کَائِنٌ۔ اَوکَونٌ یَکُونُ فِیہِ وُجُودٌ۔ یہ اندازہ ہے وہاں ہے جہاں شمس

وقمر کو حساب میں لیتے ہیں۔ جب ان سے اوپر ہوں تو اسی کو دھر کہتے ہیں۔ ذات

بحث میں ہوں تو پھر یہ نہیں۔ وہاں ابتدا انتہا کچھ نہیں۔ ہر وقت ہر شے جب

دیکھو حاضر۔ یہ ہے سرمد۔ یہی سرمد ہے جبکہ ہووے وجود۔ اور جب وجود سے

بالاتر ہوں تو عالم اَور ہے۔ وہاں ہونا کچھ اَور ہے۔ تُم بہت ہو گا تو ماہیات کہو گے

وَیسے وَیسے عالم کیا جانے کتنے ہوں۔ اور وہ قدیم ہیں۔ جب دیکھو حاضر۔ یہ

ہے زمانہ یہ ہے اُس کا بیان۔ دہر کو تم کیا جانو۔ ہے! اور یہاں سب کچھ ہے

ہم اس وقت ایک عالم دھر میں ہیں۔ ہم ہیں نطیقا جسے کہتے ہیں نفسِ ناطقہ

معقولِ ثانی۔ معقولِ اوّل ہے پروفسر آزاد۔ کہ جسم محسوس سے بیٹھا لکھ رہا ہے

وُہ ہے زمانہ میں۔

دیاوِتا۔ ہم نے اسے عرب میں مکان کہا۔ یہ ہے ایک اور بات۔ ہم نے ارسطو ۶

حاشیہ: زمانۂ دھر — وہاں حاضر ہے ۱۲ — المتم مٔ — سرمد — المکان ۶ یونانی

سے کہا جو عقل ہم نے تجھے دی ہے اُس سے لے۔ اُس نے ہم سے نہ لیا۔ سوچکر
کہا۔ عرب نے اُس سے لیا۔ ہُوَ السَّطحِ الْبَاطِنُ مِنَ الْجِسْمِ مُمَاسٌّ لِظَاہِرِ الْجِسْمِ الَّذِی
فِیہِ۔ ہم نے اسے افلاطون سے پوچھا۔ اُس نے ہم سے لیا۔ عرب میں جس نے
اُس سے لیا کہا۔ ہُوَ الْبُعْدُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْمَادَّۃِ۔ ہم نے کہا۔ یہی ہوگا اور اسی کو سب
مانیں گے!۔ وہ خوش ہوا۔ اور کہا آلٰہی میں تجھ سے لوں۔ ہم نے کہا ہم دیں گے
یہی بُعدُ المفطور۔ عرب نے فِطْرَۃِ الٰہی سے لیا۔ فِطْرَۃ وہی ہے جسے تو پروفسر

البعد المفطور

آزاد ہوکر سرشت اور آفرینش الٰہی کہیگا۔ اے سری مہاراجہ جے چند تو پروفسر
آزاد ہوکر ہم سے لیگا۔ وہی ہوگا۔

۷ جیاوا عرب میں ہم نے اسے حَیِّز کہا۔ سب نے کہا یہی ہے۔ اُنہوں نے
اسے اس طرح بیان کیا کہ مکان میں اور اس میں خلط ملط ہوگیا۔ ہم نے ہند کو دیا
دیا تھا۔ ایران کو بھی دیا تھا۔ ان سے یونان نے پایا۔ اور ہم سے بھی لیا۔ ہند میں
کتابیں رہیں علم نہ رہا۔ ہمیں ملال ہوا۔ ہو کیا سکتا تھا۔ برہمنوں کا کام تھا۔ وہ ید

ہوئے۔ اور بہت بد ہوئے۔ ہم نے کہا جاؤ نہ ہوگے۔ اُنہوں نے کہا ہم برہمن
ہیں۔ ہمیں کیا پروا۔ ہم نے کہا کچھ نہ ہو۔ وہ کچھ نہ ہوئے۔ عمل نہ رہا علم ہم نے
اُٹھا لیا۔ دھرم اور گیان اُٹھ گئے۔ ان سب کا خیر ہم میں ہے۔ سب اِدھر
آکر ٹھہر گئے۔ ہند کو ہم نے پہلا درجہ دیا تھا۔ وُہی نہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد
یونان بھی ویسا ہی ہو گیا۔ ایران سب سے بد تر۔ اس نے عرب سے پایا۔
عرب نے بہت یونان سے اور کم ہند سے مگر بہت خلط ملط۔ یہ اس لئے ہوا
کہ اُنہوں نے بے سمجھے دیا۔ اُنہوں نے بے سمجھے لیا۔ اور ایمان اور اعتقاد نہ تھا۔
۔ الفاظ و عبارت آئے۔ علم نہ آیا۔ وہ اپنے خیز میں جا رہا۔ ہم نے بڑا املال کیا
ہم عالم علم میں تھمے ہوئے۔ کہ الٰہی یہ کیا ہو رہا ہے۔ سب جگہ سے علم اُٹھتا چلا
آتا ہے۔ اور فلسفہ تو فلسفہ۔ ہر علم کا یہی حال۔

یہ ہم ہیں صنیما نیا نُسا۔ جو دیکھا تھا معلوم ہوا کہ یہی ہے۔ وہی لکھوا دیا بس!

۸ تیاوا۔ ہم نے عرب کو اس کے لئے کوئی لفظ نہیں دیا تیاوا وہ حالت شے کی

(حاشیہ: دھرم اور سارے گیان)

ہے کہ کسی جسم کو دیکھ رہے ہیں۔ اُدھر سے رُخ پھیرا۔ جو حالت اُس کی ذہن میں
رہی تیاوا ہے۔ عرب کے مصنّفوں نے اسے صورۃ جسمیہ لکھا۔ یہ اور بات ہے
تیاوا ہمیشہ اپنی اصل سے برابر ہوتا ہے۔ وہ محدود ہے اس لئے یہ بھی محدود
ہے۔ ہمیں اسے بحث نہیں کہ کیونکر برابر ہے باوجودیکہ ہمارے تعقل کے ظرف
اُسے چھوٹے ہیں تو بھی صورۃ جسمیۃ وہی ہم میں ہے جو برابر ہے اصل کے
تیاوا ہم کو ہر بات شئے کی ویسی ہی سمجھاتا ہے جیسی کہ اصل شئے ہے۔ اسے وجود ظلی
یا صورۃ ذہنیۃ کہتے ہیں۔ عرب اس کو نہیں سمجھے اور صورۃ جسمیۃ کہکر بات کو کچھ
سے کچھ کر دیا۔

۹ ویا کا۔ جسم کو تم جانتے ہو۔ اگر تم اُسے خود کسی صورت پر نہ لاؤ تو وہ آپ بھی کچھ نہ
کچھ صورۃ دکھاتا ہے۔ اسے عرب نے کہا صُورۃ طَبیعِیۃ۔ یہ بڑی بات ہے کہ
ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ تم یہ جانتے ہو کہ آنکھیں تو یہ کیا دیکھتے ہونگے۔ اور پہچانکر
کیا امتیاز کرتے ہونگے۔ ہم اس وقت عالم دھر میں ہیں۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے

صفحہ لیا لسا فرماتیں

جو تم کر رہے ہو اور سوچ رہے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تم اور تمہارے اشیا حادث ہیں۔ یہاں کے اشیا کو حدوث عارض نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں بچہ جوان ہوتا ہے۔ بڈھا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے۔ یہاں یہ بات نہیں۔ ہر شئے وقت پر وہی صورۃ دکھاتی ہے جو ہمیں مدِنظر ہو۔ وہ دکھاتا کون ہے؟ قدرۃ۔ یہاں کی کل صورتیں گویا صورۃ طبیعی میں ہیں۔ ان کا کوئی بنانے والا نہیں معلوم ہوتا۔ یہہ لکھا ہوا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم سُن رہے ہو۔ ہم سُن رہے ہیں۔ جو تم اسے سمجھ رہے ہو ہم سمجھ رہے ہیں۔ یہ باتیں سمجھ میں یہاں آئیں جب آؤ تم۔ اتنا تو تمہیں اب بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں پتا کا ہے جو ہم اس طرح لکھوا رہے ہیں۔ یہاں صورۃ جسمیۃ اور نوعیۃ دونو ہیں جوں کی توں۔ ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ بس۔ اب ہم اسے یہیں ختم کر دیتے ہیں اور ایک اَور بات بتاتے ہیں۔ وہ بڑی طول ہو جائے مگر اُسے بھی مختصر بیان کرتے ہیں۔ وہ ہے بڑی بات اگر تم غور کرو۔

۱۰ جیاوا عرب کو ہم نے اس کے لئے کوئی لفظ نہیں دیا۔ وہ اسے حرکۃ اور سکون

حرکۃٌ و سُکونٌ

میں ادا کرتے ہیں۔ حرکۃ بڑی بات ہے۔ حرکۃ اسے نہیں کہتے کہ ہم ایک جگہ سے
دوسری جگہ چلے مسافۃ طے ہوئی۔ یا پرندہ اُڑا اور بلند ہوا۔ یا درخت اُگا اور بڑھتا
چلا گیا اور اسی طرح برعکس حرکۃ ایک امر ہے معنوی کہ اندر ہے۔ وہ ظہور میں آتا ہو
تب حرکۃ اُس کی معلوم ہوتی ہے۔ ارسطو نے اسے اَور طرح بیان کیا ہے
اور عرب نے لیا ہے اور کہا ہے۔ ہُوَ الخُرُوجُ مِنَ القُوَّۃِ اِلَے الفِعلِ۔ یہ ہے حرکۃ
حرکۃ کو جب ہم سوچتے ہیں تو وہ ایک محرک کی محتاج ہے ہر وقت۔ اسی واسطے
ہم اپنے میں حرکۃ کے لئے ارادہ کو ضروری جانتے ہیں۔ اور یہ اُن باتوں میں ہے جو
اپنے اختیار میں ہیں۔ جو اپنے اختیار میں نہیں اور اپنے میں نہیں اُن میں جو حرکۃ
ہو حرکۃ بالغیر کہیں گے۔ محرک جب غیر ہو اور محسوس ہو تو قاسر ہے۔ اور نہیں تو
قدرۃ الٰہی ہے۔ وہ اگر عادۃ میں نہیں ہے تو بھی الٰہی ہے۔ اور نہیں تو طبیعی
ہے۔ ہم طبیعی کو نہیں لیتے۔ اور قسری کو بھی نہیں لیتے۔ ارادی کو لیتے ہیں۔

ہماری ارادی حرکۃ

ارادی حرکۃ ہماری دنیا کے کاموں میں ہمیشہ غیروں کی معاونۃ کو دیکھتی ہے کچھ

بھی نہیں تو روپیہ۔ اور پانی۔ ہوا۔ سردی میں گرمی۔ گرمی میں سردی۔ یہ ضروریات تو
بہت محتاج الیہ ہیں کہ بے ان کے گزارہ نہیں۔ ہم اپنی ارادی حرکۃ میں ایسے
ایسے غیروں کے محتاج ہیں۔ اگر ہم ایشور کی طرف متوجہ ہوں تو بھی ہم دنیا
میں تو ہیں۔ ہمارے کام ادہر ہیں۔ ہمارے کام ہمارے اختیار میں ہوں اور
پھر جب ہم ایک طرف ہوں تو ایشور کی طرف ہوں اُس وقت جانو کہ ہماری
ارادی حرکۃ کدھر کو ہونی چاہئے۔ بس وہ ارادہ ایشور کی طرف ہو۔ اُس وقت
ہم کو اپنی طرف دیکھنا نہ چاہئے۔ ہم ہوں اُدہر اور اُدہر۔ اور اُدہر۔ وہ مقام نہیں
معلوم ہوتا کہ ایشور کس درجہ سے دیا فرماتے ہیں۔ ہم کو اُدہر کا دھیان اور اُنکا دھیان
اُدہر کا دھیان اور اُن کا دھیان۔ اُدھر کا دھیان اور اُن کا دھیان باندھنا چاہئے۔
یہ حرکۃ صعودی ہوگی۔ اور ہوگی۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ ہوگی۔ اور ہمارے ارادہ
سے ہوگی۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا کہ کس مقام پر وہ نقطہ بولتا ہے جہاں سے ہم
پر ایشور کی دیا ہوتی ہے۔ ہم کو وہاں سکون چاہئے۔ یہاں ایک جیسا وا

پورا ہوتا ہے۔ (۱)

دوسرا جیاوا اُور ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ ہو جاؤ سری نارائن کی طرف۔ پھر ہمارا ارادہ اُدھر ہونا چاہئے۔ اُدھر۔ اور اُدھر۔ اور اُدھر۔ وہ مقام پھر معلوم نہیں کہ کس نقطہ سے سری نارائن کی دَیا شروع ہوتی ہے۔ مگر ہوتی ہے۔ اور اعتقاد رکھنا چاہئے کہ ہوتی ہے۔ وہ ہو گا تو ہو گی۔ اور ہو گی۔ اور ہو گی۔ یہ دوسرا نقطہ جیاوا کا ہے۔ اگر دَیا ہوئی تو پھر ارادہ ہوتا ہے۔ (۲)

اب یہ تیسرا جیاوا ہے۔ وہی اُوپر۔ اور اُوپر۔ اور اُوپر۔ وہ نِرولا نراکار کی طرف ہو گی۔ عرب کو ہم نے اسے ذات بحت بتایا۔ اُن کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ ہم کو سمجھے کہ اوپر ہیں۔ نہ سمجھے کہ ہم سب جگہ ہیں۔ ہم ہیں نراکار۔ ہم ہیں سب جگہ۔ ہم ہیں سری نارائن۔ ہم ہیں ایشور۔ اس طرف سب حرکتیں صعودی ہیں ہمیں انہی سے بڑا مطلب ہے۔ جو اَور حرکتیں ہیں اس کی خدمت ہونی چاہئیں۔ یہ دنیا دین کی خدمت کے لئے ہے۔ ہم دین سے مانگتے ہیں کہ دنیا ہو۔ یہ بھلا کیا ہو؟

ہم سے ہم کو مانگو۔ نہ کہ غیر کو۔ اور وہ بھی کہاں؟ دنیا میں۔ رہے وہیں؟۔ نہ کچھ

دعائیہ پروردگار! ہم ہوں تیری طرف۔ اور تیری طرف۔ اور تیری طرف۔ یہاں تک کہ
ادہر سے اُدہر ہی ہوجائیں۔ یہی ہو آرزو۔ یہی ہو دعا۔

۱۱ الفاظ الہند ۱۱ **دیاما**۔ عرب کو ہم نے لفظ نہ دیا۔ اُنھوں نے دو ملا کر اِک معنے پیدا کئے۔ وہ نہ ہوئے
اُنھوں نے کہا۔ ہم جس بات کو حکایۃً بیان کریں وہ محکی عنہ ہوا۔ عالم علوی کی جو
الاشراق شئے ہے محکی عنہ ہے۔ وہ حکایۃً نہ ہو اشراقاً ہو جب درست ہو وُہی دیاما ہو
اشراق سے جو شئے معلوم ہو دیاما اُس کو سمجھو۔ اشراق وہ ہے جو ایشور سے
ستیامن تم پر منکشف ہو۔ ہم جو ایک دوسرے پر اشراق کو بن اسے کِتامَن کہا ہے۔
من سے من پر۔ یہ بھی کبھی ہوتا ہے سو یہ بھی کسی سے کسی پر۔ یہ طاقت بندہ میں
نہیں۔ اُدہر ہی سے جب منظور ہوتا ہے تو ایک سے دوسرے پر اثر ہوتا ہے
اس کا مطلب اُس پر منکشف ہوجاتا ہے۔ بس یہی کِتامَن ہے۔ اگر یہ
اپنے ارادہ سے دوسرے کو بتاسکے تو وہ جیات من ہے (ایک ذات سے

دوسرے من پر) ہم اس کو اشراق سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں ہے۔ اشراق ایشور سے ہے۔ نہ بندہ سے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ ہم میں روشنی کہاں جو اشراق کر سکیں۔ اُدھر ہی ہے۔ اُدھر ہی ہے۔ اُدھر ہی ہے۔ اُدھر ہو جاؤ۔ اُدھر سے ہو۔ اِدھر ہو تو اُدھر کی نہ ہوگی۔ اِدھر کا کیا اعتبار ہے۔

(حاشیہ: مراد اس سے رفتہ رفتہ مدارج ہے کہ اُدھر ہی ہے اور اور اُدھر ہی ہے اور اور اُدھر ہی جا کر اسے بالا نہایۃ لیا)

۱۲ ہن یا یا۔ عرب کو ہم نے یہ لفظ نہیں دیا۔ اس کے معنے وہ کچھ اور سمجھے۔ ہیں کچھ اَور۔ ہم جب کچھ بات سوچتے ہیں اور ہماری قوتیں خود عقلِ اوّل کی طرف ہو جاتی ہیں تو انہیں اتفاقاً کچھ ایسا ڈھب ہو جاتا ہے کہ اُدھر ہی کو رُخ ہو جاتا ہے۔ جب اِدھر سے روئے التجا اُدھر ہوتا ہے تو اُدھر سے ان پر فیضان ہوتا ہے۔ یہ ہماری عقلیں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں اُس مطلب کو۔ یہ قوۃ جو ہم میں ہے اِسے ہن یا یا کہتے ہیں۔ یہ بھی اُدھر ہی سے ہے۔ عقلوں کو بھلا ایسی توفیق کہاں۔ کہ ہوں اِدھر۔ اور خود بخود ایشور کی طرف روئے التجا ہو جائے۔ ہم سوچیں اِدھر۔ وہ اُدھر سے لیں اور ہمیں اور اک دیں۔ اے ایشور تو ہمارا رُخ اُدھر کر رہی ہے۔ (جب ہو)

۱۳ ستّ یا۔ یہی لفظ ہے جو عرب کو ہم نے دیا اور اُس نے حلول کہا۔ حلول یہی ہے کہ ہم ایک شے کو دیکھیں دوسری شے کے اندر۔ اس طرح کہ دونو ایک ہو جائیں۔ جب ایک کی طرف ہو اُنگلی کہ وہ ہے تو دوسری اُس میں ہو۔ یہ ہے حلول۔ اور جب اتحاد ہو جاتا ہے دونوں میں تو اس میں نام کی دوئی بھی اُٹھ جاتی ہے۔ یہ ہے فرق اتحاد اور حلول میں۔ بس یہی ہے!

۱۴ گپا۔ ہم نے عرب کو دیا اُنھوں نے اسے جمال کہا۔ ہم نے کہا جمال ہم سے ہو تو ہو۔ تم سے ہو تو بناؤ ہے۔ جمال ہم ہیں۔ اسے زوال نہیں۔ جسے زوال ہو جمال نہ کہو۔ عَرَض ہے۔ عَرَض کو ہم بنائیں۔ بنے۔ چھوڑ دیں۔ کھنڈر پڑے۔ تم بھی عَرَض ہو دُنیا میں۔ بڑھ ہو۔ بڑھ سکتے ہو۔ اُوپر کو۔ اُوپر اوپر کو۔ اور اوپر کو۔ عَرَض کچھ بھی نہیں تم کیوں عَرَض ہو۔ یہی ہے وہاں۔ اور وہ قدیم ہے! تم قدیم ہو!

۱۵ وِیا۔ عرب میں ہم نے اس کو اِرادہ کہا۔ اِرادہ ہم میں قوّۃ ہے کام کرنے کی یا کرنے کو نہ کرنے کی۔ ہمیں دُنیا کے کام تو بہت ہیں پر جو اصل کام ہے اُس میں

ہمیں ارادہ ہونا چاہیئے جو آپ کی طرف ہو۔ اے ایشور مہاراج دنیا کے ارادے
ہم کو بہت ادہر لگاتے ہیں پر وُہ ارادہ ہم سے جدا بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہے
کہ ادِہر بہت اُدِہر کم۔ ہم سارے کے سارے اُدہر نہیں آسکتے۔ اُدہر لطیف ا
ہمارا ہے۔ وہ بسیط ہے وہ اُدہر ہو جاتا ہے ہم اِدہر رہ جاتے ہیں۔ اِدہر ہیں تو
اُدِہر سے محروم۔ بس یہی ہے۔

دل ۱۶ سہا۔ دل کو ہم نے یہی کہا کہ سینہ کے اندر ہے۔ یہ دل اَور ہے جو دل
ہم کو پسند ناپسند میں افتراق دیتا ہے ہمارے اوپر ہم سے بارہ گز اونچا ہے۔
ہم اس کی خبر لیں اور کیونکر جانیں؟۔ وہ چاہے تو بہت آسانی سے کام ہو جائے
۔ یہ دِل ہم نے تجھے دیا ہے شاید کسی اور کو بھی دیتے۔ پر وہ جو بات ہے وہ
کسی میں نہیں۔ ہم اس دِل کو کہتے ہیں یہ تجھ سے بولیگا۔

العلم ۱۷ وداہا (اذعان قبل الادراک) ۔ علم کو سب نے کہا جاننا۔ یہ نہیں۔ کچھ اَور بات ہے۔ ہمارے ہاں علم جاننا
اور ماننا ہے۔ تصوُّر نہیں۔ تصدیق سے مطلب ہے۔ عرب نے اسے اِذْعَانْ

للنّسبۃ کہا۔ جب ہماری طرف آؤ اِذعان کے ساتھ آؤ اُس وقت ہم سے
پاؤ گے۔ بس یہی ہے۔

۱۸ دِواہا۔ جب ہم اپنے مَیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا
مَن کہ ہم نہیں ہیں۔ جو کہتا ہے کہ ہم ہیں وہ اندر ہے۔ وہ ہے مَن اس قوّۃ کو
دواہا کہتے ہیں۔ یہ ہم میں ہے اور ہم اس میں ہیں۔ یہ اور ہم ایک ہیں۔ یہ کونسی
بات ہے کہ ہم کہیں ہم نہیں ہیں۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہم ایشور
ہیں۔ ایشور! ایشور! ایشور! کوئی سو دفعہ کہو۔ اُس وقت ایشور ہیں ہوگے۔ یہی
ہے مَن ہے اور یہ وہ ہے کہ وہاں ہوگا۔ اور اُسوقت تم وہاں ہوگے یہی ہے

۱۹ سِنوا۔ جو ہم میں ہے وہی ہے اور میں۔ جو اور میں ہے وہی اور میں۔ جو
اُس میں ہے وہی ہے اور میں۔ یہ مشکل بات نہیں، سمجھ سکتے ہو۔ یہ کُلّیہ ہے
یہ وہ ہے جو انسانیۃ (ہم میں) سے تعبیر ہوتی ہے۔ ہم اسے کُلّی کہتے ہیں مگر وہ دو تین
طرح تعبیر ہوتی ہے۔ ہم اگر اس طرح کہیں تو کُلیّۃ نوعیّۃ ہوتی ہے۔ (۱)

اور جبکہ ہم عالم محسوسات سے جدا ہو کر عالم نفوس میں آجائیں تو اُدہر کے عوارض
و لواحق اُدہر رہ جاتے ہیں ۔ وہاں کلیّۃ لاحق ہوتی ہے ۔ یہ لاحق ہوئی یہ
کُلیّۃ نفسیّہ ہے ۔ (۲)
اور عارض و معروض دونو کو لیں تو کُلیّۃ جمیعیّہ ہے ۔ (۳)
فقط معروض کو لیں تو کلیّۃ قطعیّہ ہے ۔ (۴)

یہ ہر طرح کُلیّۃ ہے مگر فرق ہے اور یہ فرق اگر ہم سوچیں تو سمجھ میں آتے ہیں ۔ اُدہر
کے لوگوں کو سمجھنے مشکل ہیں ۔ ہمیں دیکھتے ہی سمجھ میں آجاتے ہیں ۔ اور بھی ہیں مگر
اُدہر کی عقلوں میں نہیں آئیں گے ۔ یہی ہے

۲۰ دناوا ۔ یہ قوّۃ ہم کو بڑی مشکل سے مفہوم ہوتی ہے ۔ ہم میں ہے مگر نہیں معلوم
کہ کہاں ہے ۔ جو کچھ کرتے ہیں اُسی کی قوۃ سے کرتے ہیں ۔ یہ عقل ہے ۔ مگر ہم کو
اس سے بڑا تعلق نہیں ۔ تعلق ہمارا ایشور سے ہونا چاہیئے ۔ وہ اسے راہ بتائیں
تو یہ چلتی ہے نہیں تو بند ! بس یہی

= عقل

۲۱ **وِپا**۔ ہم نے ایک شخص کو کہا کہ کر اُس نے نہ کیا۔ ہم نے اُسے کہا نہ کر۔ اُس نے کیا۔ یہ کیا بات ہے؟۔ اسے **اختیار** کہنا چاہئے۔ جب ہو ہم سے ہو۔ جو ہم سے لیکر کرتا ہے خوبی ہوتی ہے۔ آپ ہی کرتا ہے تو خرابی۔ **اختیار** ہمارا ہے اور جو اُس سے ہے خوبی ہے۔ بس یہی۔ ۲۱

الاختیار

۲۲ **ہپاوا**۔ ہر شے کو خوبی سے خرابی کرنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ ہم جو کرتے ہیں وہ بُرا نہیں۔ اور اِسے **خیر** کہتے ہیں۔ ہم خیر ہیں اور جو بات ہماری ہے خیر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو دکھ دینا **شر** ہے مگر مجرموں کو جو دُکھ دیں وہ تو خیر ہے۔ بس تماری طرف سے جب کسی کو دُکھ پہنچتا ہو سمجھنا کہ یہی **شر** تھی۔ جو اسیں تھی ۱۲ جتنا اُسے دُکھ ہم نے دیا ہے یہ خیر۔ بس۔ یہی۔ ۲۲

الشر

۲۳ **چنوا**۔ ہم نے نہیں دیا تھا تو نے کیونکر کیا اے بندہ!۔ اے میرے **ایشور** تو نے ہی کیا۔ تو نے کیا تو مجھ سے ہوا۔ اے بندہ اس طرح کہیگا اور ہم سے لیکر کریگا تو تیرا کیا میرا ہوگا۔ نیکی بدی کو خوب جانتا ہے۔ نیکی میری ہے۔ تو نیکی میں ہو ۲۳

کہ فروتنی اور عجز میں ہے

[illegible handwritten marginal note]

اور پھر جو چاہے کر۔ یہی ہے عیب سے بے علمی۔ ہم نے زنا کو عیب کہا۔

عیب ہے۔ ہم ہیں ہو کر جو کرے عیب نہیں نکاح ہے۔

دوسرا ملاپ

یہ باتیں ہیں جن کو ہم نے کہا۔ ہم ہیں تو ہیں۔ ہم نہ ہوتے تو ہوتیں

کیونکر؟ ہم ہیں علّۃ تامّہ اور یہ ہیں معلول۔ اے بندہ!

ہم ہیں تیری علّۃ تامّہ تو ہے ہمارا معلول! تو کہتا ہے میں

کرتا ہوں تو ہوتا ہے۔ آپ ہی آپ ہوتا کیونکر؟ اچھا۔ بھلا تو

آپ ہو تو جا۔ اور اسی طرح تجھ سے اوپر اور اوپر اور اوپر لکھ

پروفسر آزاد دیکھ فہرست میں کیا لکھا ہے۔ فرہنگ کہے گا

۔ انہی سے پوچھو آگے کیا لفظ لکھوں؟ بھلا تو تو دیکھ! فہرست تو نے

لکھی؟ ہم نہ دیتے تو کیونکر ہوتی؟۔ ہم اپنے اختیار میں ہیں جسطرح

چاہیں دیں۔

علۃ تامۃ

۱ **وکا** ۔جو ہم نے جانا وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ بندہ نہیں جان سکتا۔ ہاں ہم میں ہو۔ پھر جتنا ہم کہیں اُتنا جانے گا۔ ہم اُسے دیتے ہیں جسے جاننے کی آرزو ہو۔ اور اتنی ہی جتنی ہماری مرضی ہو۔ اُتنے حرف زیادہ نہ ہو۔ ہمارا علم ہم ہیں۔ اور ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم ہی معلوم ہوئے۔ ہم ہی ہیں ایسے۔ کون ہو جو ایسا ہو؟ ہاں ہم نے سب کو مِلا جُلا کر شُترہ کیا۔ اور فرد فرد جُدا۔ اور پھر جُدا اور اَور جُدا۔ یہ ہم نے بنایا کون ایسا ہو سکتا ہے؟ ہم بنایا! اس لئے ہم کو ہر ایک کا حال معلوم ہے۔ ایسے ہوں تو کہیں گے کہ ہم ہیں **عِلّۃ تامّہ** ان کی۔ عرب سے جنھوں نے **فلسفہ** لیا وہ جانتے ہیں کہ **عِلّۃ تامّہ** ایک ہے۔ مگر وہ بارہ ہیں۔ اُن کے بارہ نام ہیں۔ وہ بارہ ہم نہیں دیتے۔ تم اَور کتاب سے لو۔ ہم اُن کتابوں میں لکھوا چکے ہیں جو تم نے دریا بُرد کر دیں۔ **فرنگ** کہیگا تم اللہ سے لو۔ تو کہیگا مجھے جو حکم ہے وہ کرونگا۔ وہ کہیگا۔ ہماری خاطر سے

توکہیگا۔ نہ! اللہ کے ہاں خاطر نہیں۔ تب ہم اس پر بھی ایک عِلّتِہ تامّہ بڑہا دیتے ہیں۔ فرنگ کی عِلّتہ تامّہ اور ہے۔ اسے عِلتا رِویا کہتے ہیں۔ اب تم بارہ نام لکھ دو۔

عِلّتہ تامّہ اسے سب نے ذات باری قرار دیا مگر وہ نہیں۔ ذات باری اِسّے بہت اوپر ہے۔ عِلّتہ تامّہ موجد اور مخترع اپنے معلول کی ہے۔ اِسّے کچھ اور بات نہیں سمجھنی چاہیئے۔

١ عِلِ وانا۔ یہ علتہائے انسانی کا پہلا درجہ ہے۔ اس کی آفرینش کا پہلا درجہ ذات باری سے بہت قُرب۔

٢ عِلِ واہا۔ آفرینش کے بعد قوۃ روحانیۃ کو پیدا کرنا اور اُسے زور دینا۔ اور آکہیۃ کی طرف لانا۔ اور ہم تک پہنچانا اس کا کام ہے۔

٣ عِلِ یاوا۔ یہ زور ہیں دونوں کو ادہر لاتا ہے۔ روحانیۃ کو اور جسمانیۃ کو۔ ہم دونوں کو لیتے ہیں اور پا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مل کر ہو۔ مل کر ہو

جب ہو۔ یہ کام نفسِ ناطقہ کا وہ ہم ہیں۔ مقام ہمارا عقول سے نیچے اور عالمِ ارواح سے اوپر ہے۔ بس یہی ہے۔

۴ عِلِ ساہا۔ یہ جسمانیّۃ کو زور دیتا ہے۔ اور کہتا ہے خوب موٹے ہو۔ یہاں ہو تو اُدہر نہ ہو گے۔ اُدہر ہو گے تو اِدہر نہ ہو گے۔ تم ابھی اِدہر رہو۔ ہم ادہر کو زور دے رہے ہیں ہمارا کام اِدہر ہی ہے۔ تم اِدہر ہی لئے جاؤ۔ اور اِدہر کی زندگی کو زور دو۔ بس یہی ہے۔

(عالم علوی کی طرف ۱۲)

۵ عِلِ داوا۔ ہمارا کام ہے ہر ایک کام میں زور دینا اس کا کام ہے ہر ایک کام میں زور کو آفرینش دینا اور بالیدہ کرنا۔ مگر یہ اور ہم ایک نہیں ہو سکتے ہم روحانیّۃ کی طرف ہیں۔ یہ جسمانیّۃ کی طرف جسمانیّۃ کو اسنے زور دیا۔ ہم روحانیّۃ کو لے کر اوپر گئے۔ پھر دیکھو یہ کیا کرتے ہیں؟۔ دُنیا میں دین یا دیں یہ تو نہیں ہو سکتا۔ آخر کو ہماری طرف آئیں گے۔ ہم انہیں کیونکر سنبھالیں۔ بس نہ ہو سکے گا۔ وہ اُدہر رہے۔ ہم ادہر چلے

(الدرال فعل الدواو)

(دنیا کی طرف رہے ۱۲)

چلے آئے۔ نیچے کچھ ہی کچھ ہوا کرے۔ ۔ یہ کوتہ اندیش ہے۔ بس
ہم کہینگے

یہی ہے

۶ علِ ساما۔ یہ روحانیۃ کو پیدا کرتا ہے ہم بڑہاتے ہیں۔ یہ اور ہم
ایک ہو جاتے ہیں مگر اور علتیں ہمارے کام کے لئے خوبی نہیں
دیتیں۔ ہمارا اثر اندر اندر ہوتا ہے۔ جسمانیۃ ہمارے لئے خلاف
مصلحۃ ہے۔ اور اُس کی ضرورتیں اَور زیادہ۔ اُنہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔
ہم اپنے زور کو اُوپر لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اپنی جسمانیۃ اور اس کے
لواحق میں خوش ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہو۔ اِدہر کے کام کے نہیں۔
آؤ گے دیکھو گے۔ اِدہر کی تمہیں خبر نہیں۔ ہماری آوازیں بھی تمہیں نہیں
سنائی دیتیں۔ جسمانیۃ کا زور اِدہر کی سماعۃ کے لئے کانوں میں روئی
دیتا ہے۔ وہ بے پروا۔ جیسے کوئی پڑا سوتا ہے۔ علِ ساما ہمیں دیکھتا
ہے۔ ہم اُسے۔ وہ کہتا ہے۔ افسوس یہ کیا ہوگا؟ ہم کہتے ہیں بول

بُولَ۔ بُولَ۔ یہ کچھ بھی؟ کچھ ہی نہیں۔ کچھ کا کچھ بھی نہیں۔ بس رہا؟

بس ہو رہا۔ بس کچھ بھی نہ رہا۔ جا کم بخت۔ جا منحوس۔ جا بداعمال۔ ہم

کَون تو کَون؟۔ یہی ہے

۷ عِلِ ناہا۔ ہم سے کون پوچھتا ہے یہ کیا؟ ہم کیا کہیں۔ یہ ہی عِلِ ناہا

یہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہم سے۔ ہم گزاو نچار ہتا ہے۔ یہ ہماری

جسمیّۃ کا آفریدگار ہے۔ اور جو مُضرّۃ ہمیں پہنچتی ہے۔ اُسے بچاتا ہے۔

۸ عِلِ مایا۔ بہت باتیں ایشور کی ہیں کہ یہ اُن کی طرف لگاتا ہے۔

اور اُٹھاتا ہے۔ ہم اسے روکتے ہیں۔ یہ اگر تاثیر دیوے تو بہت لوگ

دنیا کو چھوڑ دیں۔ ہم ہیں دنیا کو بسانے سجانے والے۔ اس کا اثر پورا

نہیں ہوتا۔ تو دنیا کو ہیچ سمجھتا ہے اس لئے یہ نوبت ہوگئی ورنہ ہوتا کسی

عہدہ پر اور توڑتا باغیوں کی بدافکاری کو۔ ہم تجھے اپنی طرف لینے پر متوجہ

ہیں جب ہوا ہے تو ایسا۔ بس

ہمیں کوئی جانتا نہیں
ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں
ہمیں جاننے والے ہیں
عقول شعبدہ

۹ عِلِ تیا ہے انسان کو ایشور کی طرف لینے والا۔ ہمیشہ دل کو اُدہر لگاتا ہے جدہر سے ایشور کا دہیان آتا ہے۔ وہ دنیا کی باتوں کو بھی اُدہر ہی لے جاتا ہے کہ وُہی ہے۔ وُہی ہے۔ وُہی ہے۔ یہ ہوا اُسکا وظیفہ۔ ہم نے یہ وظیفہ اُسے دیا ہے۔ ہم اُسے شرح دیتے ہیں جب وہ بات کو ہماری طرف لیتا ہے اور اُس بندہ کو دیتا ہے جو اُسکا معلول ہوتا ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۰ عِلِ وِیا یہ ہمارے کام کو بندہ میں دیتا ہے۔ بندہ ہے ہمارا۔ تو کام کرتا ہے نہیں تو اَور کام میں ہوتا ہے۔ ہمارا کام ہم آپ کرتے ہیں۔ ہم کرتے ہیں تو اُس وقت کرتے ہیں کہ بندہ پشیمان ہوتا ہے کہ ہائے میں نے نہ کیا۔ ہم بُرائی میں نہیں ہوتے۔ وہ بُرائی میں ہوتا ہے۔ کہ نہ کرسکا اور اِدہر کے کاموں میں لگا رہا۔ اِدہر کے کام اُدہر کے کاموں سے بہت دور ہیں۔ ہم پاس دیکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہوتے۔ یہ عِلِ تیا کی

بُرکنہ ہم لیتے ہیں۔ اور ہم دیتے ہیں علِ تیا ہم ہیں ہوکر پوچھتا ہے ہم
کہتے ہیں ہم کو بندہ سے کام لینا ہے۔ دُوا اِسے کہ کرے۔ وہ ہم میں ہوتا ہو
تو کرتا ہے۔ دنیا میں لگا ہوتا ہے تو ٹالتا ہے۔ ہم اپنا کام آپ کرتے
ہیں بس یہی ہے

۱۱ علِ وانا۔ ہم نے اسے زور دیا ہے۔ یہ دنیا کے کاموں کو زور دیتا
ہے۔ اور اپنے معلول کو اُن میں غور سے سوچ دیتا ہے۔ ہم اسے بہت
لگاتے ہیں یہ بہت ہوتا ہے۔ تھوڑا کہیں تو بھی کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہے
یہ معلول کو ہمّت دیتا ہے کہ کئے جا۔ اور کئے جا۔ اور کئے جا۔ اب
ہوتا ہے۔ اور اب ہوتا ہے۔ اور اب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہو جاتا ہو
یا بگڑ جاتا ہے۔ تب یہ کہوا تا ہے۔ میں نے تو کیا۔ نہ ہو تو تقدیر۔ تدبیر
کی کوتاہی ہو تو ہم پر الزام ہم کہتے ہیں۔ اے بے عقل ہم سے کیوں
نہیں پوچھا۔ ہم وہ کہتے جو ہونا تھا۔ تدبیر ہم میں ہے۔ کہیں تو ہو۔ نہ کہیں

نہ ہو۔ کہہ دیں تو اُلٹ بھی جائے۔ دیکھ پروفسر آزاد یہ ہے ہمارا فلسفہ

۱۲ عِلِ پا۔ جب ہمیں کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو ہم آپ نہیں کرتے ہم نے
اوروں کو قدرۃ دی ہے۔ وہ کرتے ہیں۔ ان کو علّۃ تامّہ کہتے ہیں
وہ موجد و مخترع اپنے کاموں کے ہوتے ہیں۔ ان میں بارھواں عِلِ پا
ہے۔ یہ دین کے کاموں کو اس طرح قوۃ دیتا ہے جس طرح عِلِ وانا دنیا
کے کاموں کو۔ اب ہم ان بیانوں کو مختصر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے
ہماری علّتو! دیکھو! ہم نے کیسا بنایا ہے ان کو! ۔ اب یہ جاہل انسان
ہو سکیں۔ نہ ہو سکیں گے۔ ہم جانتے ہیں جو یہ ہونگے۔ یہ بھوت سے
بدتر ایک مخلوق ہے وہ ہوں گے۔ اور ہونگے۔ اور ہونگے۔ اور ہونگے۔
یہاں تک کہ نہ ہونگے۔

۲۵ تِوا۔ ہم نے اسے نفس کہا اور عرب نے بھی وہی کہا۔ ہم نے نفس اُسے کہا
جسے ہم آپ جانتے ہیں کہ ہم ہیں ہم ہیں؟ ہم ہیں!۔ یہ جو کہتا ہے کہ ہم اور جانتا ہے

کہ ہیں! یہی نفس ہے۔ یہی ہے کہ جو کرتا ہے جانتا ہے کہ میں کرتا ہوں
بس یہی ہے نفس۔ ہم نے اسے بارہ اجزا میں منحصر کیا ہے۔ وہ بارہ نام
ہم نے تمہیں پہلے لکھوائے ہوئے ہیں۔ (اب تفصیل پڑھو)

وَالِنوا پہلا ان میں والنوا ہے اسے نفس ناطقہ کہنا چاہیئے۔ یہ طفلی سے
انسان میں ہوتا ہے اور جوں جوں بڑھتا ہے وہ بڑھتا ہے۔ سب

۱ سے پہلے تجربہ اسے فہم دیتا ہے۔ ان دونوں سے ادراک پیدا
ہوتا ہے۔ اور وہ قوۃ ہو جاتی ہے جسے عقل ہیولانی کہتے ہیں۔

۲ اسی میں ماں باپ کی صحبتہ اور اُستادوں کی تعلیم۔ اور اپنے بیگانوں
کے معاملتہ سے جو قوۃ اور قدرۃ پیدا ہوتی ہے اسے عقل بالملکہ
کہتے ہیں۔ یہ دوسرا درجہ عقل انسانی کا ہے

۳ اسے جب اوّلیات اور فطریات اور استقرا عقل نظری دیتی ہے
تو اپنے کام کے لئے سبب اور دلیل نکالتا ہے۔ اور اسکے بموجب

کاروبار چلاتا ہے یہ ہے **عقل بالفعل** تیسرا درجہ عقل انسانی کا رجب انسان کا نفس

۴ ان کاروبار میں ہماری طرف ہو گیا۔ اور ہم سے لیا۔ اور ہمارے توکّل پر غور اور فکر ہونے لگا تو یہ **عقل مستفاد** ہو گی

یہ سب اسی **نفس** کی قوتیں ہیں عقل میں ہم اسے اور طرح سے بیان کریں گے۔ یہی **عقل** ہو جاتا ہے۔ یہی سب کو جمع کر کے **نفس ناطقہ** ہو جاتا ہے اس کو یونان نے نطیقا کہا۔ عرب نے اسی کو نفس ناطقہ کہا مگر حقیقۃ میں نفس ناطقہ اوپر ہے۔ بندہ میں نفس ناطقہ نہیں۔ اوپر ہے۔ وہ اس میں آئے تو بات ہو۔ یہ بڑی بات ہے۔ ہم نے تجھکو دی[1] ہے اے پروفسر آزاد۔

نطیقا، نفس ناطقہ اوپر ہے۔ بندہ میں جو ہے وہ ہے یہی نفس ناطقہ سمجھتے ہیں۔ یہ یونانی میں نطیقا ہے۔ ۱۲

[1] دی ہے یہ بات ۱۲

یالوا[2] ایک ایسا جز اسی **نفس** کا ہے کہ ہم اسے کچھ نہیں جانتے۔ مگر وہ روحانیّۃ اور تعقّل دونوں میں ہوتا ہے۔ اور اُدھر سے اِدھر اثر دیتا ہے۔ یہ بھی اوپر ہے۔ اور اپنے خط میں ہمیں نقطہ گردان کر وہ کام کرتا ہے جو الشعور

کا حکم ہے۔ ہم اگر اپنے شعور میں ہو کر کام کریں! ۔ مگر یہاں تو باتیں کچھ اَور ہیں ۔ وہ باتیں جو اُدھر ہیں اِدھر نہیں ہوتیں ۔ وہ ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے ۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ۔۔ وہ بے نیاز! بے پروا نہیں رہتی ۔ روحانیۃ ہماری الگ ہو کر اپنے شعور کی طرف ہو جاتی ہے تعقّل اسباب ظاہری میں ہو کر جو سمجھ میں آتا ہے کرتا ہے ۔ صحیح کم غلط بہت ۔ یہیں نہیں ۔ وہاں بھی غلطیاں کرتا ہے ۔ یہ غلطیاں ہم سے یہاں ہوتی ہیں ۔ وہاں والے ہنستے ہیں اور کہتے ہیں ہم سے ہوتا تو یہ نہ ہوتا ۔ ہم اب بھی کہتے ہیں ۔ ہم سے لیکر کیا کرے (جو کام کرے) یہ خبر سے بے خبر ۔ عقل اس کی انسانی ۔ یہ حیوانیۃ میں ۔ کرتا ہے وہ جو حیوانیۃ میں ہو ۔ انسانیۃ میں جو ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا ۔ یانوا کا زور کچھ نہیں چلتا ۔ یہ ہی ہماری بات ۔ ہم ہیں ۔ یانوا دیکھ پروفسر آزاد! ہم ہیں ابتدا ۔ ہم ہیں انتہا ۔ ویانوا ۔ دیکھ پروفسر آزاد یہ تیرا ویانوا ۔ یہ ہم میں ہے اور ہم سے لیکر تجھے بتاتا ہے

عالم محسوسات

[illegible]

مجھے[۲] ایشور نے نفس کا ایک ایسا جُز بنایا ہے کہ جب میں ہوتا ہوں
تو کرتا ہے درست ہوتا ہے۔ مَیں ہوں ایشور کی طرف۔ مَیں ہوں
نارائن کی طرف۔ مَیں ہوں نراکار کی طرف۔ جو ادہر ہوتا ہے وہ کرتا
ہوں۔ وہ صَنمو کرے تو درست۔ وہ نہیں کرتا۔ میں کہتا ہوں[۱] (دیکھ میں)
اے بے وقوف شکر نہیں کرتا کہ میں ہوں۔ میں ہوں تیرا۔ تو ہو میرا
جب ہو۔ جب نہ ہو تو نہ ہو۔ مجھے ایشور نے ایسا بنایا ہے۔ تو ہے
حیوان۔ ہم ہیں تو انسان ہے۔ تو ہم سے لیا کر۔ دیکھ تو ہم کیا کہتے ہیں
بس ہم ہیں اپنی جگہ۔ تو ہو اپنی جگہ۔

ہیا لوا[۴]۔ یہ ہے ایک جز ۱۲ جزوں میں سے مگر وہ ہے جس کو ہم سے زیادہ تعلق ہے۔
یہ نیکی پر ہوتا ہے۔ اور صَنمو کو بدی سے روکتا ہے۔ ہم بھی اسے اپنی
طرف لگائے رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ مانگتا ہے دیتے ہیں۔

سیا لوا[۵]۔ یہ جز ایک بڑی نعمت ہے بندہ کے لئے۔ ہم سے بڑا تعلق رکھتا ہے

[۲] "دیا لو او نما نے" ہیں ۱۲

[illegible]

[۱] "نا کبر ادھا" دیکھ میں کہتا ہوں ۱۲

اور صنمیوں کو ہماری طرف لگاتا ہے۔ اِدھر ہونے میں جو فیضان ہیں وہ
آتے ہیں۔ یہ بندہ کو دیتا ہے اور آپ اِدھر ہوتا ہے۔ یہ بڑی بات
ہے کہ ہم کو اس وقت وہاں کی خبر پہنچ رہی ہے۔

دِیاما۔ ہم ہیں نفسِ ناطقہ ہمارے ۱۲ جزوں میں سے چھٹا جزیہ ہو۔ سرِی
الیشور نے فرمایا تم لکھواؤ۔ ہم اُدھر سے لیتے ہیں اور تمہیں دیتے
ہیں۔ یہ ہے اکثر ہماری علمی عطا کا راہ۔ ہم نے اسے غور سے تعلق
دیا ہے۔ یہ دنیا کے کاموں میں جستجو کر کے ایسی بات پیدا کرتا ہے
جو ہر طلبگار کو مطلب میں رسائی دیتی ہے۔ اسے ہماری طرف رجوع
چاہئے۔ یہاں سے ہو تو ہو۔ یہ اکیلا ادھر نہیں آسکتا۔ عقل آئے
تو یہ آئے ہم اسے دیتے ہیں تب ادھر آتا ہے۔ یہ بڑی بات نہیں
ہم اِتنے زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔ دیکھ پروفیسر آزاد یہی تاریخ ہے
جس میں ہر بات کا فیصلہ ہوگا۔

ویاہا۔ اس مقام پر سب نے ویاہا کو کہا اور آپس میں جھٹالتے رہے۔ اب
اَب ہم کہتے ہیں اے پروفسر آزاد تو وا اؤ کے ساتھ لکھ اور کہہ کہ ہم ہزار
برس پہلے ہمیں خبر تھی کہ یہاں یہ گفتگوئیں ہونگی ۔

ویاہا تمہارا ہنسی کا جز بھی ہنسے گا ۔ یہ حیرۃ ہے کہ ایسے لوگ کیونکر ہو گئے
ان کا تدارک ہمارے سوا نہیں ہوسکیگا۔ یہ کیا بات ہے؟ حالم بد کیوں
ہو گئے؟ ہم ہیں آپ حالم ہیں اور بد ہیں۔ یہ کیوں؟۔ ہم اپنا **فلسفہ**
ان پر پورا کریں گے تو ہونگے بدتر از بدتر۔ ہم انہیں دکھائینگے ۔ اور وہ
کرکے دکھائیں گے کہ یہ کہیں گے کچھ بن نہیں آتی ۔ یہ کیا کیا ہم نے؟
دیکھ سُدِ داہا یہ ہے ہمارا فلسفہ ہماری بات کو نہ مانا۔ اب پوچھتا ہے
پروفسر آزاد سے۔ بھلا وہ کیا جانے۔ ہم سے پوچھ کر کرتا تو ایسا نہ ہوتا
اے سُدِ داہا تو لکھوا اپنا حال۔ دیکھ **پروفسر** آزاد یہ حال ہے میرا
میں ایک جُز ہوں ۱۲ میں سے ۔ یہ ہے میری بات یہ ہے میری قُرحۃ

ہنود نے کہیگا"

ایشور کی حضوری میں جبکہ ہو تو اُن کی طرف۔ مَیں ہوں دنیا کے کاموں

کے لئے۔ اور ہو جاتا ہوں دین میں جبکہ ہوتا ہو تو دین میں۔ تو ہو دنیا میں

تو میں ہوتا ہوں دنیا۔ تو ہو دین میں تو میں ہوتا ہوں دین میں۔ تو کہتا ہو گا

کہ اتنا طول کیوں؟ میں ہوں اُدھر۔ جو اُدھر سے ملا کہدیا۔ یہی ہے۔

ہدواہا۹۔ یہ نواں جز ہے۔ اسے ہم نے دین کے لئے بنایا ہے مگر اسّے کام کوئی

نہیں لیتا۔ یہ چُپ رہتا ہے کہ مجھ سے کام لے۔ پوچھتا نہیں کوئی۔

۔ تو نے بھی اسے نہ پوچھا۔ ہم نے اِسّے پوچھا تھا کہ تجھے کچھ کام بھی

ہوتا ہے۔ اس نے کہا میرا کام تو یہی ہے کہ اسے دین کی طرف لگاتا

ہوں۔ وہ دنیا کے دھندوں میں ایسا مجبور ہے کہ میں خود شرمندہ ہوتا

ہوں۔ اس کے دنیا کے کام بھی دین ہو گئے ہیں۔ دشمن اس کے

دین کے دشمن ہیں۔ وہ اسے دم لینے نہیں دیتے۔ اسے شوق اُن

کتابوں کا ہے جو تیری طرف ہوں۔ لوگوں نے انہیں بند کر دیا ہے۔

یں کھولوں تو نہیں کُھل سکتیں۔ دیکھ سید وا یا ہم کھولتے ہیں۔ دیکھ تو۔
یوں کھولتے ہیں۔ ہم اس شہر کو خالی کروائینگے اور بہت سے شہروں کو
اُجاڑیں گے۔ جہاں جہاں کتابیں ہم نے بتائی ہیں وہ گھر سُن سان
پڑے ہونگے۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں اور وہ نہیں مانتے۔ یہ قیمت
لے لیکر خود جاتا ہے۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر گھر نکالتا ہے۔ لوگ نہیں بتاتے
گھر ملتا ہے تو وہ بولتے نہیں۔ بولیں کیونکر۔ حاکموں نے اُنہیں منع کیا
ہے۔ وہ تنخواہ پا رہے ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں ۵ جگہ سے ۶ جگہ سے
دھرم کے لئے روپیہ کون چھوڑے۔ حاکم خود بھی تنخواہ پا رہے ہیں۔
۔ ۴ ہزار برس پہلے ہم نے یہ لفظ لکھے۔ اور حرف بحرف آج پورے
دکھا رہے ہیں۔ انہیں یقین نہیں آتا کہ جو ہم نے ان کے باب میں کہا
ہے وہ پورا کر دیں گے۔ ہم نے اُن کتابوں کو بھی حفاظت سے رکھا
آج کی زبان میں ترجمے کر دیئے۔ عرب میں عربی۔ ایران میں فارسی۔

ہند میں ہندی۔ وقت بوقت برابر یہی لکھواتے رہے۔ پھر بھی یہ
نہیں سنتے۔ اور ہنستے ہیں ہم پر۔ دیکھ ہم اپنا فلسفہ پورا تو کریں گے۔
اور یہ بلبلاتے پھرینگے تو رحم نہ کیجو۔

شدیاہا۔ آج ہم اُس بات کا ذکر کرتے ہیں جو اس سے متعلق ہے۔ اس کا
کام علم ہے۔ اسے ہر علم سے خوبی ہے۔ مگر علم الٰہی سے بہت جب
یہ علم الٰہی کی بات سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اُدہر سے لیتا ہے اور
ادہر دیتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اُدہر ہوں۔ جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔
۔ ہمارے علم میں لوگوں کے علم میں فرق ہے۔ وہ محسوس کو دیکھ کر
ادہر کا علم حاصل کرتے ہیں۔ ہم اُدہر تعقل سے۔ یہی ہے اصل اصول
ہر ایک بات کا۔ جن باتوں کا ذکر ابھی تک یہاں نہیں آیا اُن کا تعقل
کیونکر ہو؟ اُن کا تعقل یہی ہے کہ جن باتوں کو یہاں
دیکھتے ہیں وہاں ان کے صفات و لواحق کو سمجھا وہ سب گردیتہ میں ہیں

مگر یہ صفتیں سب موجود ہیں۔ اور وُہی کام کرتے ہیں جو یہاں کرتے تھے۔

۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صفتیں اُلٹ گئیں۔ یہاں وہ باتیں ہوتی ہیں

جو نیچے بھی نہ ہوتی تھیں۔ ہم حیران ہیں الٰہی یہ کیونکر؟ ۔حکم ہوتا ہے۔

یہ کیونکر۔ ہم حیران !۔ فرماتے ہیں۔ دیکھو تو نیچے کیا ہو رہا ہے۔دیکھیں

تو غضب آرہا ہے۔ ۔ہَیں؟

یہ اپنے اپنے عالم ہیں
وہ باتیں نیچے والوں سے

ھِنّیا۔ ہم نے اسے بہت کچھ نہیں دیا۔اتنی بات دی ہے کہ دنیا کے کاموں

میں جو کچھ ہوتا ہے یہ تمہیں بتا سکتا ہے۔ اگر تم ہو ہماری طرف۔ یہہ

بڑی صفائی سے ہر شے کو دیکھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ اور ہم سے لیتا

ہے۔ اور تم پوچھو تو بتاتا ہے۔ تم نہ پوچھنا جانتے ہو۔ نہ وہ آپ کہے تو

سُن سکتے ہو۔ اس لئے ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تُم ہم سے پوچھا کرو۔ ہم

اسے کہیں گے۔ یہ تمہیں بتائیگا۔ بس یہی ہے۔

وہِنّیا۔ یہ غلبہ ہو تو جھکاتا ہے شکریہ میں تمہیں۔ اور اس میں کامیابی پاتے

ہوتم۔ یہ غریبی میں خوش رہتا ہے۔ اور اسی میں تجویزیں پیدا کرتا ہے

بڑائی کو نمائش جانتا ہے اور اُس میں کامیابی مشکل سمجھتا ہے۔ ہم بڑائی

کی باتوں سے بہت دُور ہیں۔ تواضع اور فروتنی میں بے پرواہو کر اپنا کام

کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ہوتا ہے۔ ہم ہیں

نطیقا مہاراج ۱۲ اجزا ہمارے پورے ہوئے

۔ بس یہی ہے یہ فرمودہ ہے جنیما پیائیسا کا

نطیقا مہاراج ۱۲ اجزا ہمارے پورے ہوئے۔ بس یہی ہے۔

۲۶ [illegible] وِہاتا۔ جس کو تم نے عربی میں کتاب کہا وہ وِہاتا ہے۔ کتاب سے علم ہو جاتا ۳ کتاب

ہے۔ ہماری طرف آنا۔ یہ اَور بات ہے۔ یہ تو اُستاد سے بھی نہیں ہوتا۔ اپنا

بھی جوہر۔ اپنا ہی شوق۔ اپنی ہی التجا ہو تو ہو۔ نہ ہو تو نہ ہو۔ پھر بھی کتاب سے

بہت کچھ ہوتا ہے۔ جس کو ہُوا اسی سے ہُوا۔ بس یہی ہے۔

۲۷ [illegible] وِہاما۔ اسے ہم نے عرب میں دین کہا۔ دین ہم ہیں۔ ہم میں ہو۔ ہم سے پوچھ۔ ۴ دین

ہم سے لے۔ عبودیۃ میں آ۔ التجا سے آ۔ دُنیا کی طرف ہو تو دیانۃ میں ہو۔ یہ ہے۔۔

۲۸ چکاوا۔ یہ ہماری قُدرۃ ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ کرنے کو نہیں کرتے ہیں۔ وجود کو عدم کرتے ہیں۔ یہ ہے ہماری شان۔ یہ ہے ہمارا احسان۔ بندہ کو چاہئے بندگی میں ہو بس یہی۔ ۵

۲۹ وِساہا۔ عرب نے اسے لفّ ہم نے لپیٹنا کہا ہند میں۔ بندے سارے اجسامِ محسوسہ میں ملفوف ہیں۔ تم ملفوف نہ ہو۔ تم سید ہے ہو۔ ہماری طرف۔ جسم چھلکا ہے تم پر۔ یہ اُترے تو تم صاف ہو جاؤ۔ اور آؤ ہماری طرف یہی ہے۔ ۶

۳۰ تِساما۔ یہ سنہ ۱۸۱۶ عیسوی ہیں۔ ہم نے خوب دیکھا۔ جب معلوم ہوا تھا کہ تاریخوں کو خلط ملط کریں گے۔ عدالتوں میں جب چاہتے ہیں چھُٹّی کر دیتے۔ جب چاہتے ہیں آتے ہیں دفتر کھول دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اس میں آرام بڑا ہے۔ ہم چُپ سکوت کرتے ہیں۔ وہ ہے جبر یہ صبر۔ یہ ہم پر ہی نہیں لاکھوں پر ہے۔ دیکھئے کیا ہو بس یہی۔ ۷

یہ عنہما بیان فرماتے ہیں

۸ سِتاوِیا۔ یہ عرب میں حکمتہ ہے۔ ہم نے اسے فلسفہ نہیں کہا۔ حکمتہ وہ ہے ۳۱ حکمتہ
کہ جو ہم مصلحتہ سمجھیں اور وہی مطابق عقل ہو۔ بس یہی۔

۹ چنادن۔ اسے ہم نے یونان میں فلسفہ کہا اور عرب نے بھی فلسفہ کہا مگر ۳۲ فلسفہ
نہ سمجھے۔ فلسفہ وہ ہے کہ حکمتہ ہو اور ہم اُسے ظہور دیں۔ یہ ہے۔

۱۰ ہناوہ۔ اس کو عرب نے وجود کہا اور سمجھے۔ فارس میں اسے ہم نے ہستی ۳۳ وجود
کہا۔ وہ سمجھے۔ ارسطو نے کہا وجود کی تعریف یہی ہے کہ تُو کہے کہ ہوں۔
ایران کہے کہ ہستم۔ عرب کہے ہناذہ۔ جو کہتا ہے کہ ہوں وہ وجود ہے ہناذہ
افلاطون نے کہا۔ بدیہی ہے اس کی تعریف کیا؟ ہم نے کہا ہم ہیں وجود
ہم ہیں سب میں۔ ہم ہیں واجب ہو کر۔ یہی ہے بس۔

۱۱ بیاکھ۔ ہم نے اسے عرب میں واجب کہا وہی ہوا۔ یونان نے وجیبا کہا
فارس نے جیبیا کہا۔ ہند نے جیابا کہا۔ سب نے مانا ہم نہ ہوں تو وجود کو قیام واجب الوجود
نہ ہو۔ کتابوں میں واجب الوجود بھی ہمارا نام ہوا۔ یہ ہے۔

علامٌ ۳۵ سِیامہ۔ جس کو عرب نے وجود کے بعد عدم سمجھا وہ سیامہ ہے۔ یہ ہماری ۱۲
مٹھی میں ہے۔ جب چاہیں کر دیں۔ بس یہی ہے۔

۳۶ دِیاوت۔ جو عدم وجود اور سیامہ کے دونو طرف حاوی ہے وہ دیاوت ہے۔ ۱۳
ہم ہیں کہ اُس سے بھی پہلے وجود ہیں۔ اور وہ وجود ہیں کہ پھر بھی واجب ہیں۔
یہ دیاوت ہم میں مُضمر ہے۔ اور ہم وجود اور سیامہ دونو پر حاوی ہیں۔ ہم ہیں
اس کو بھی وجود کہکر واجب الوجود۔ یہ ہے بس۔

ملکہ و عدم ۳۷ میاہا۔ ہر وجود حادث ہے۔ اُس کے دونو طرف عدم ہے۔ ایسے وجود کہ جنکے ۱۴
آغاز میں عدم نہیں۔ لیکن ہیں آفریدہ! ان کے وجود کو ملکا کہا ہم نے۔ عرب
نے ملکہ کہا اور نہ سمجھے۔ میاہا ملکہ اور عدم دونو کو لئے ہے۔ بس یہ ہے۔

الامانات ۳۸ سِناہا۔ ہم نے عرب میں اِسے دیانۃ کہا۔ لوگوں نے اسے لین دین میں سمجھا۔
دیانۃ ادا کرنا ہے حق کا۔ وہ کسی طرح ہو۔ باپ بیٹے ہیں۔ میاں بی بی میں۔ آقا اور
نوکر ہیں۔ اپنا اپنا حق ایک کو دوسرے کا ادا کرنا دیانۃ ہے بس یہ ہے۔

تیسرا املاپ اُن چیزوں کے باب میں جو ہم میں ہیں

اور نہیں معلوم ہوتیں کہ کیونکر ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہیں تو سہی
مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم میں کہاں ہیں؟ عقل ہم میں ہے
وہم ہم میں ہے۔ دہیان ہم میں ہے۔ قوتِ حافظہ ہم میں ہے
مگر نہیں معلوم کہ کہاں ہے؟ کہیں گے کہ دماغ میں ہیں سب
مگر وہاں تو نہیں۔ یہ سارے ہم میں ہیں۔ اچھا اب ہم ان کا
بیان کرتے ہیں۔ ان میں پہلے عقل ہے۔

۳۹ العقل

دِیا یا۔ ہم نے اسے عرب میں عقل کہا۔ اُنہوں نے مانا۔ اور کہا عقلیں کئی
طرح کی ہوتی ہیں۔ اسی کو ہر جگہ بولیں؟ ہم نے کہا۔ یہ تو نہیں تم سوچ سمجھ کر ہر جگہ
مناسب لفظ بولو۔ اُنہوں نے کہا لفظ ایک ہی ہے۔ ہمارے پاس اَور لفظ
نہیں۔ ہم نے کہا غلطیاں پڑینگی۔ اُنہوں نے کہا بولنے میں سمجھا جائے گا۔

ہم نے کہا۔ نہ ہو سکے گا۔ ہم نے اور لفظ دیئے۔ اُنھوں نے ما نا نہیں غلطیاں پڑیں۔ اور ایسی پڑیں کہ سب کی عقلیں بگڑ گئیں۔ وہ پروانہ کرتے تھے۔ ہم نے کہا اب کیا ہو گا؟۔ اُنھوں نے کچھ نہ سمجھا۔ ہم نے کہا دیکھو تم علم کو خراب کرتی ہو۔ مِن ما تمہارا خراب ہو جائیگا۔ وہ ہوش بوش میں بہت دور ہو گئے تھے چاہیئے تھا کچھ۔ وہ سوچنے لگے کچھ اَور۔ فلسفہ ہمارا نہ رہا۔ جو کچھ رہا اُنہی کا ہو گیا۔ ہم نے کہا اچھا سنسکرت میں دیا ہے۔ پرت کرتا میں دیا ہے تم اُسے لو۔ وہ اُسے لیکر سوچے۔ مگر بہت کچھ لکھ چکے تھے۔ اُسے دھو نہ سکے۔ تم دیکھو گے اکبر کے عہد میں اُنہیں تعلیق حرفوں میں لکھوایا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ ہم نے کہا اچھا ہم اَور کچھ کریں گے۔ وہ سلطنت سے دست بردار ہوا۔ جو کتابیں لکھوائی تھیں۔ جا بجا دھری رہیں۔ تب ہم نے خفا ہو کر کہا۔ دیکھو ہم تمہارے حکموں کو ایسا توڑینگے کہ تم ٹوٹ جاؤ گے۔ ہم پروفسر آزاد سے اس کام کو پھر رواج دینگے۔ وہ ہو گا ہم میں ا۔ ہم ہونگے اُس میں۔ وہ ہم سے ملتجی ہو گا۔ ہم اُسے دینگے۔

مِن ما

ذرعامۃ الٰہی۔ یہ تو بڑا رتبہ ہے۔ بھلا یہ کجا؟ ہم کجا؟ بس خیر۔ یہ تو ایک
بات ہے اب ہم عقلوں کا بیان کرتے ہیں:۔ ہم میں جو عقل

العقل الانسانی

ہے اسے عقل انسانی کہتے ہیں۔ یہ مُدرِک ہے جزئیات کی۔ اس لئے
کہ جزئی ہے۔ ادراک اس کا حواسِ خمسہ اور حواسِ باطنہ میں ہوتا ہے۔
کُلیات اس میں نہیں آتے۔ کہ کام ان میں ہے۔ اُن میں نہیں۔ یہ سے ہے

عقل الہیولانی

عقل جو انسان کے کام میں آتی ہے۔ اسی کو عقل ہیولانی کہتے ہیں۔ اسی
میں عقل بالملکہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض اشخاص میں یہ دوسرا درجہ عقل

عقل بالفعل

انسانی کا ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھے تو عقل بالفعل ہے۔ یہ علما
اور اہلِ تجارۃ کے کام میں آتی ہے۔ ہم فلسفی ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ مطلب
ہے تو دنیاوی ہے۔ بس۔

عقل المستفاد

تیسرا درجہ ہے عقل مستفاد یہ من اللہ ہوتی ہے۔ ہم اُدھر سے استفادہ
کرتے ہیں۔ وہ دیتے ہیں۔ ہم لیتے ہیں۔ اس میں اُدھر ہونا چاہئے بدرجۂ

اجزا اثر

غایۃً۔ جب اُدھر سے کچھ ہو سکے۔ یہ ہے چوتھا درجہ جو ہم نے عقل ہیولانی میں لکھا پہلا۔

۲ تخقلیوا۔ ہم کو صعود دیتا ہے عالم علوی کو۔ اُدھر کی جو اشیا ہیں ہماری سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔

۳ جب ہم یہاں سے چلتے ہیں۔ تو ایک اور درجہ ہے۔ اُس سے عالم علوی کی جو اشیا ہیں اُن میں ایک اور بات حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیں یہاں سمجھ میں نہیں آتی اور آئے تو اُس کی کیفیۃ بیان نہیں ہوتی۔ ہم اسے عقل رویا کہتے ہیں۔

۴ یہ ایک اور درجہ عقل کا ہے۔ اس سے عالم علوی کے مطالب کو ہم لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو بڑی باتیں ہیں! ہم بھلا کیا پا سکیں؟ اور جتنی زیادہ سوچتے ہیں زیادہ سمجھ میں آتی ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ خدا جانے کیا بات ہے اسے عقل وہا کہتے ہیں۔

اجزاء اعقل

۵۱

۵ یہیں ایک اور درجہ ہے وہ ہمیں عالمِ علوی کے اُن مطالب کو سمجھاتا ہی جو کتابوں میں ہیں اور عقل میں نہیں آتے۔ ہم اِدہر ہوتے ہیں اور اُدہر ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں اوہر سے اُدہر اور اُدہر سے ادہر کرتا ہے۔ یہ عقل مبیا ہے۔

۶ اِسکے اوپر ایک اَور درجہ ہے۔ وہ یہاں کے مطالب کو وہاں کے مطالب سے مطابق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے یہ مقیس اور مقیس علیہ میں بڑا فرق ہے۔ وہ حادث نہیں۔ یہ حادث ہیں۔ وہ مرکب نہیں۔ یہ مرکب ہیں۔ وہ اُدہر ہیں۔ یہ ہم میں ہیں بھلا وہ باتیں قیاس سے کیونکر سمجھ میں آئیں اور ایسے اذہان صافیہ کہاں جو بغیر قیاس کے مطالبِ علوی کو سمجھ جائیں،۔ تو بھی کچھ نہ کچھ ہو تو اِسی سے ہوتا ہے اسے عقلیا دُ ہا کہتے ہیں۔

۷ اس کے بعد ایک اور درجہ فہم و ادراک کا ہے۔ اسّے باتیں وہاں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہم متیقن ہو جاتے ہیں کہ یہ مسئلہ یوں ہی اسے عقل دِیاما کہتے ہیں۔

ایک درجہ اَور ہے۔ اُس میں ہم کو وہاں کے مطالب یہاں ملتے ہیں۔ اور ہم ۸
دیکھتے ہیں کہ یہ اُدہر یوں ہونگے۔ اسے **عقل وِیانیا** کہتے ہیں۔

یہ بڑا رتبہ ہے کہ ہم کہیں ہم نے **ایشور** سے لیا ہے۔ یہ بڑی **عقل** ہے۔ ایشور ۹
سے لینا ایشور میں ہوجاتا ہے۔ یہ کسی کو نہیں ہوتا۔ یہ رُتبہ ہم نے تجھے دیا ہے
اِسے **عقلوِینا** کہتے ہیں۔

یہ بھی ایک رُتبہ ہے اور تجکو دیا ہے۔ تو نے بھی اسے اچھی طرح لیا ہے ہم ۱۰
ہیں **سری نارائن** تو ہماری طرف ہوتا ہے۔ ہم تجھے دیتے ہیں تو لیتا ہے
جب ہماری طرف آتا ہے تجھے تسکین دیتے ہیں اور تو سمجھ کر لیتا ہے اور
اسی طرح برتتا ہے یہ ہے **عقلوِہا**۔

یہی ہے جو تجھے نراکار کی طرف لگاتا ہے۔ وہاں سب مطالب ہوتے ۱۱
ہیں۔ اور جو پوچھو جواب ملتا ہے۔ یہ عقل کا درجہ ہے جو ادہر آتا ہے۔ اور جو
اُدہر سے ملتا ہے اُسے ہِمّتہ سے لیتا ہے۔ ہم تجھے ہِمّتہ دیتے ہیں۔ یہ

عقل وِ یاما کا رُتبہ ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۲ ہم نے حق کو بڑا رُتبہ دیا ہے۔ جو اُسے مانے اُس کا بھی رُتبہ ہے۔ تو ہمیشہ حق کو مانتا ہے۔ ہم نے یہ رتبہ دیا ہے۔ تو حق کو سمجھتا ہے۔ مانتا ہے اور جانتا ہے۔ اور حق کو نکالنا ہے غور سے۔ یہ تینوں رتبے حاصل ہیں۔ یہی عقل وِ یاما

یہاں ۱۲ درجے عقل کے تمام ہوئے۔ اب ہم کچھ اور کہیں گے۔ تجھے ان کا بڑا فکر تھا، دیکھ ہم نے کیسا آسان کیا۔ تُو ہے پروفسر آزاد ہم ہیں عجائبات سے پھلے پھولے تیرے نفس ناطقہ۔

جم حکمۃ الاشراق

۲ جِن یاما۔ عرب نے اسے حکمۃ الاشراق کہا۔ یہ حکمۃ ہم ہیں ہے۔ جو ہم سے لے وہ پائے۔ ہم نے اُسے دی جو دل کو ہم سے لگائے اور ہم سے دوسرے کو دے۔ تو نے ہم سے نہ مانگی۔ ہم نے نہ دی۔ جب تجھے موقع ہوتا ہے۔ ہم دیتے ہیں۔ یہ ہے ہے۔

۳ کیا فا۔ ہم نے اسے عرب میں صرف الوجود کہا۔ یہ قوّۃ ہے جس کو ہم اپنے میں سے دوسرے میں دیتے ہیں ضرورۃ کے وقت۔ وہ ایسا ہی وقت ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی بندہ ہوتا ہے۔ ورنہ ہم میں ہے بس یہی ہے۔

۴ فیاپا جب ہم کہتے ہیں۔ ہم ہیں! تم سمجھتے ہو ایشور۔ جب ہم کہتے ہیں ہم ہیں! تم کیونکر سمجھتے ہو ہم کیا ہیں؟۔ اے میرے ایشور ہم یہی سمجھیں کہ آپ ہیں۔ ہاں۔ یہ سب ہے مگر تم کو مقام پر خیال چاہیئے۔ ہم سے اوپر مقام ہے وہ ہیں سری نارائن! اور اُس سے اُوپر مقام ہے۔ وہ ہیں نرا کار۔ ان مدارج کو عرب نے صرف الوجود سے اُوپر ایک رُتبہ ہے وہ لیا اور وہ ہیالِ ہے۔ ہم نے اُسے کہا تھا فیاپا تم اُسے ہیالک کہو۔ وہ اسے یونانی سمجھے اور لفظ کو گم کر دیا۔ ہم اسی سیار الوجود کہتے ہیں۔ سیار اُس رُتبہ کو کہتے ہیں جو ایک سے اوپر ہو۔ اسے ہم نے عرب میں احد کہا۔ یہ سب ہے۔

ستاہا۔ ہم ایک ہیں۔ اور اَور۔ اور اَور۔ اور پھر اَور۔ اور ہم ہی جانیں

۱ہ صرف الوجود

۲ہ سیار الوجود

ہیالک یہ کہ اس پر ازمان ہوا

کتنے ہوں اَور۔ اسے ہم کثرۃ کہتے ہیں۔ اور وہ ایک جس میں یہ کثرۃ واقع ہوئی۔ اُسے وحدۃ کہتے ہیں۔ بس یہ ہے۔

۴۴ نیا پا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم جانتے ہو! اور جسے ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ پھر تم کیا سمجھتے ہو جو کہتے ہو کہ ہم یوں کرینگے۔ اور یوں کرینگے۔ اور پھر یوں کریں تو یوں۔ اچھا یوں ہے تو پھر ایسا ہوگا کہ تم یاد تو کروگے کہ یہ کیا تھا جو اسکا پھل یہ ہوا۔ دیکھ پروفسر آزاد توان کا نہ ہوا۔ اب تو ہے ہمارا۔ ہم کہتے ہیں کہ توان کا ساتھ چھوڑ دے۔ یہ قُوَّۃ جو تجھے حاصل ہے اس کو دِتا کہتے ہیں۔ عرب میں اِسے وِیاَلَہ کہا۔ سب نے کہا فارسی عربی میں بیان کرو۔ ہم نے کہا نہیں یہ اخیر لفظ ہے جو سیر سبزہ سے ہوکر نِرا کار کے عالم میں جاتا ہے۔ بس یہی۔

۴۵ نیا فا۔ ہم جب حکمۃ الاشراق سے فارغ ہوتے تو تجکو نیند دی۔ وہ چاہئے تھی۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ کتاب جلد لکھی جائے۔ ہم اپنے فلسفہ کے مالک ہیں جب چاہیں گے اُتنا ہی دینگے جتنا کہ چاہئے۔ نیا فا کو ہم نے عرب میں

صَبْر کہا اور سب نے پسند کیا۔ تم سب جانتے ہو۔ اور ہم اسے بہت پسند کرتے ہیں بس یہی ہے۔

جبر ۴۶ فیاما ۔ ہم نے اسے عرب میں جبر کہا ہے۔ جبر وہ ہے جو قدرۃ سے ہو۔ ۸
دُنیا کے لوگ جبر کرتے ہیں ۔ اور قدرۃ کو نہیں جانتے ۔ ہم ہیں قدرۃ ۔ ہم دیتے ہیں قدرہ ۔ اور ہم ہی سے یہ خلاف میں صرف کرتے ہیں ۔ ہم انہیں توڑینگے پر نہیں سمجھتے کہ جب توڑینگے تو یہ کچھ بھی نہ کرسکیں گے اور اپنے مجبوروں سے بھی زیادہ مجبور ہو جائیں گے۔ قدرۃ ہماری ہے جبر ہمارا ہے۔ تو جو کرتا ہے اسے ظلم کہتے ہیں جبر بے قدرۃ کے ہو وہ ظلم ہے۔ ہم ظلم نہیں بس یہ ہے۔

الظلم

قہر ۴۷ ستیاپا ۔ عرب میں ہم نے اسے قہر کہا ۔ قہر ہم ہیں ۔ جب ہم کسی مخلوق ۹
پر غضب میں آتے ہیں ۔ اُسے جتاتے ہیں ۔ وہ مان جاتا ہے تو بچتا ہے نہیں سمجھتا تو اُس پر ہم قہر کرتے ہیں ۔ قہر ہمارا ہو رہا ہے۔

القیامۃ الکبریٰ ۴۸ ہیاپا ۔ یہی ہے جسے عرب نے القیامۃ الکبریٰ کہا ۱۰

۱۱ وِیانا۔ ہم نے اسے عرب میں حیواۃ کہا وہ حیواۃ کے معنے زندگی سمجھے۔ ۴۹ الحیوٰۃ
ہم جیوۃ ہیں۔ ہم ہیں زندگی کے لئے بھی حیواۃ۔ زندہ ہم میں ہے تو حیواۃ
میں ہے۔ نہیں ہے تو مُردہ ہے۔ یہ ہے۔

۱۲ دِیاوِنا۔ ہم نے اسے عرب میں مَوت کہا۔ وہ موت سے ڈرے۔ موت ۵۰
ہم ہیں۔ لہٰذا تمہارے دنیا کو چھوڑو۔ ہم میں ہو۔ اُدھر موت ہوگی۔ ادھر زندگی
ہوگی۔ بس یہی ہے۔

۱۳ ہیاپت۔ سب نے اسے عزیز رکھا۔ ہم نے کہا یہ دنیا کی دولت ہے ۵۱ الدَّولۃ
اسے تم لوگے ہم سے الگ ہوگے۔ لوگوں نے کہا۔ اے ایشور ہم اسے
تیرے میں صرف کریں گے۔ ہم نے کہا نہ کرسکوگے۔ جنہوں نے مانا۔
ہوئے! نہ مانا حیران ہوئے۔ ہم نے کہا اب حیران کیوں ہو؟ جو مانگا وہ پایا
تم جانتے تھے یہ ہوگا۔ ہم نہ ہونگے۔ بس یہی ہے۔

۱۴ سیاوا۔ عرب میں ہم نے اسے ظلم کہا۔ انہوں نے اسے مانا۔ ہم نے یہ ۵۲

یہ رتبہ محمدؐ کو دیا۔ وہ تھے حِلم میں۔ اُن کے ساتھ علیؑ کو۔ پھر اُن کی اولاد میں
گیارہ اَور کو۔ وہ گیارہواں زندہ ہے مگر عُزلۃ میں ہے۔ اُس نے ہم سے
مانگی ہم نے دی۔ وہ کھانے پینے اور ایسی حاجتوں سے اوپر ہو گئے۔ اُنکے
ساتھ ۱۲ آدمی اَور ہیں۔ وہ بھی اَیسے ہی۔ اُن میں سب سے افضل بابُویَہ
ہیں اور ابن بابویہ۔ تو اِن دونوں کی قبروں پر جاکر بَرکۃ لیگا۔ ہم دیں گے۔
۔ اُن کی دُعا۔ ہماری قبول یہی ہے۔

۔ رتبہ رتیۃ ۵۳ ویاہن۔ عرب میں ہم نے اسے سرایۃ کہا۔ ہم سرایۃ۔ مثال اس کی وجوب ۱۵
ہمارا ہے کہ ہر وجود کے جُز جُز میں پیرا ہوا ہے۔ یہ ہے۔

میاتا ۵۴ دیاوی۔ ہم ہیں کہ اس کو حکمۃ عملی کہتے ہیں۔ عرب میں اس کے واسطے ۱۶
لفظ نہیں دیا۔ یہ ہم ہی کو آتی ہے۔ لوگ کرتے ہیں۔ وہ بے ایمانی ہو جاتی ہو
بس یہی۔ ہیاتا ہست ہیاتا نیست۔

الجمل ۵۵ سیابی کتابۃ کو ہم نے بہت خوب سمجھا تھا کہ ہمارے مقاصد کو نوعِ انسان

اداتی رہے گی۔ بدنیتوں نے اُسے فریب اور حِیل میں صرف کیا۔ یہی ہے سیابی۔

۱۸ ہِرِیّا وتا۔ ہم کہتے ہیں کہ حلم بہت خوب ہے۔ مگر اُس سے افضل ہے سکوت بس یہی۔ ۵۶ اَلسُّکُوت

۱۹ سِرِیّا پا۔ جان کو ہم نے بہت پیار کیا۔ اس لئے کہ تم دنیا میں ہو تو ہمارا کام کرتے ہو۔ جب یہ نہیں تو بہتر ہے کہ ہمارے پاس ہو۔ چھوڑ دو جسم کو۔ یہ ہے سِرِیّا پا۔ ۵۷ [illegible]

۲۰ وِیاتا۔ ہم ہر شے کو وہی جانتے ہیں کہ وہ ہے۔ اس لئے کہ ہم میں ہے وہ شے۔ تو اپنے تئیں ہم میں جانے تو ہو علم حضوری میں۔ یہ بھی میاتا ہے۔ ۵۸ [illegible]

۲۱ جیاوِتا۔ جو کچھ ہم نے تجھکو دیا وہی ہے۔ اُس سے زیادہ مانگے۔ نہیں ہو سکتا یہ ہے جیاوتا۔ ۵۹ [illegible]

۲۲ ہیاوَنْ۔ دیکھنے میں ہم نہیں۔ جاننے میں ہیں۔ یہ ہے وجود عقلی۔ ۶۰ [illegible]

چوتھا ملاپ اسمیں بیان ہے اُن چیزونکا جو ہم سے الگ ہیں

میتھیک ۶۱ ویاپا - یہ خیال نہیں بیان کر سکتے ہم لفظوں میں کہ کیونکر کہیں - تو ہو جا ہم ہیں ۱
بس یہ ہے ویاپا - تو ہو جا ہم ہیں - سمجھیگا کہ کیونکر علم ہر شے کا ہوتا ہے - تمہیں
کم - ہمیں اُسنے زیادہ -

میتھیک ۶۲ سیاپا - یہ بات بڑی مشکل ہے کہ تو یہاں ہے - اور پھر ہے ہا ہم ہیں! ۲
یہ بڑی ریاضت سے ہوتا ہے - اس ہونے کو سیاپا جانو - یہ ہے -

ولیانا ۶۳ تیاپا - جب ہم کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ اوپر ہے تم اس کے معنے سمجھتے ہوگے ۳
کہ اوپر ہے تو ہم میں نہیں - یہ نہیں ہے - بس وہ اسی طرح ہے کہ وہاں بھی
ہے اور یہاں بھی بس یہی ہے -

ولیانا ۶۴ جیاپا - ہم نے سب کو جو جانا وہ وہ دیا جو اس کو مناسب حال ہو - وہی اُسکو ۴

ٹھیک موافق ہے۔ یہ ہے چیاہا۔ بس یہی۔

۵ نَاوِیَا۔ جو ہم سمجھتے ہیں تم نہیں سمجھتے۔ تم ہماری کی ہوئی قسمت پر ناخوش کیوں ۶۵
ہوتے ہو؟۔ اُسی میں خوش رہنا۔ یہ ہے ناویا۔ یہ ہے۔

۶ وِیاتیا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ تم ہو؟۔ اے ایشور مہاراج آپ پر سب ۶۶
روشن ہے! پھر تم کیوں ایک ایک کے آگے زار نالی کرتے ہو؟ تم ہم سے کہو
کہ یہ ہے ویاتیا بس۔

۷ سِبانا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ ہے۔ پھر تم شُبہ ۶۷
کیوں لاتے ہو؟۔ شُبہ کو ہٹانا اور ہم پر یقین کرنا۔ یہ ہو سبانا۔ بس یہی۔

۸ وِنِ ماہا۔ کیا ہم جانتے نہیں کہ تم ہو پروفسر آزاد؟۔ تم کو ہم نے جانا۔ تُم ہم کو ۶۸
جانو۔ ہم کہیں۔ تم سُنو۔ اور سُنکر جُھکو۔ یہ ہو اُس حالتہ میں جبکو تم حضور حضرۃ
کہتے ہو۔ یہ ہو حالتہ۔ التجا! تضرّع! کہ ہو حکم! ہیں حکم ہیں۔ حکم ہیں۔ حکم ہیں
حکم ہیں۔ بندہ۔ بندہ۔ بندہ۔ بندگی۔ بندگی۔ ہیں۔ ہیں۔ ہیں۔

رجوع ہو اُدہر۔ اَور اُدہر۔ اَور اُدہر۔ جب یہ ہو۔ تو ہو تم عبادۃ میں۔ ہم ہیں
معبود یہ ہے عبادۃ کہ ہو گئے تم ہماری طرف۔ بس یہی۔

۶۹ جا کیا۔ ہم نے تمہیں کہا بیٹھو۔ تم بیٹھے۔ ہم نے کہا کھڑے ہو۔ تم کھڑے ۹
ہوئے۔ ہم نے کہا نہ لیٹو۔ تم نہ لیٹے۔ اب زیادہ اَور کیا چاہتے ہو۔ یہی ہے
طاعۃ و اطاعۃ بس یہی۔

۷۰ ہدما کیا۔ کچھ نہیں۔ ہے وُہی کہ ہم ہوں اور تُم ہو۔ یہ ہے۔ اور ہم جانتے ۱۰
ہیں کہ ہے۔ یہ ہے تو سب واہ واہ کرتے ہیں۔ نہیں تو پوچھتا کون ہے
کسی کی بات کو بس۔ خلوۃ میں بیٹھو۔ یہی ہے وحدۃ در کثرۃ۔ اور کثرۃ در وحدۃ
ہم نے تمہیں یہ بات دی ہے۔ یہی ہے۔

۷۱ سدا گا۔ ہم تم کو بہت کہہ چکے تم نے نہ مانا۔ اور اپنے کئے پر فخر کرتے ۱۱
رہے۔ جو ہوا۔

۷۲ ہدِ یاہا۔ ہم ہیں ذات تم ہو آزاد۔ ہم تم ایک ہوئے تب ہوئی یہ بات۔

۔آگئے تم کثرۃ سے وحدۃ میں۔اب ہم تم کو دیتے ہیں۔تم ہم سے لیتے ہو یہ ہے وحدۃ۔ہو جاؤ تم وحدۃ میں۔یہ ہوگا۔بس یہی ہے۔

۷۳ رکھون و فساد — سَدَاُونَا۔ یہ بھی ہو۔ وہ بھی ہو۔ یہ نہ ہو۔ وہ ہو! یہ یہاں نہیں۔ یہاں اتنی ہی بات ہے کہ۔ہو جا۔ہوگیا۔نہیں۔نیست ہوگیا۔یہی ہے کون وفساد بس یہ۔

۷۴ النفی والاثبات — وِدَاوَا۔تم ہو ہم کہتے ہیں تم کو۔تم ہو۔تب تم اثبات میں ہو!۔تم ہو۔مگر تم نے اپنے تئیں وہاں نہیں کیا۔اور ادہر ہو۔ یہ نفی ہے!۔ ادہر نفی ہو تو ادہر اثبات ہو۔ اثباتِ صحیح یہ ہے! بس اسی کو سمجھ لو ہم ہیں۔ اثبات صحیح کہیں عالم قدم میں تم یہاں ہو۔ ہوگے قدم میں۔بس یہی ہے۔

۷۵ اثر واجب — سِدَاوَا۔ہم ایسے ہیں تم پر جیسے گھٹا گھنگور۔اور اُس میں تم۔جیسے ایک بگلا اُڑا جاتا ہے۔گھٹا گھنگور واجب ہے۔بگلا اُس میں حادث ہے۔ خوش ہے کہ میں ہوں اور یہ۔گھٹا ہٹ گئی۔بگلا آگ اپنی جگہ۔وجوب گھٹا کا

اس کو گھٹا میں حادث ہوا تم جانتے ہو بگلے وغیرہ جانوروں کے سبب کہ فصل بہار ہے

بگلا گھٹا کے موسم میں ہوتا ہے۔ اور گھٹا آتی ہے تو وہ بھی خوش ہوتا ہے۔ جب موسم نہیں رہتا پہاڑوں میں چلا جاتا ہے۔

کا اپنی جگہ ہونا۔ بہار اُس کی حدوث تھی۔ ہوئی نہیں ہوگئی۔ بس یہ ہے۔

۱۶ شدادت۔ کیوں ہے تو ایسا گھبرایا ہوا؟۔ ہم دیتے ہیں۔ تو لکھتا ہے۔ ۷۶ ترک اختیار
تو کریگا نہیں تو نہ کریگا۔ اسی کو اختیار کہتے ہیں۔ یہ ہے ہاتھ میں دشمنوں
کے۔ نہیں چاہتے وہ تجھے۔ مگر ہم ہیں قدرۃ۔ ہم تجھے دینگے۔ اور وہ دینگے
قدرۃ کا رتبہ اختیار سے بالا تر ہے
کہ کسی کو نہ دیا ہوگا۔ بس یہی۔

۱۷ دیاہت۔ ہم ہیں تیرے کام کے پورا کرنے والے۔ تو ہوا اپنے کام پر۔ کام ۷۷ تسلیم
وُہی جو ہم تجھے دیں۔ یہ ہے تسلیم۔ ہم نے تجھے دی ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۸ نیاہت ہم نے تجھے کہا۔ یہ ہے تیرا کام۔ تو اُس میں خوش ہوا اور رہا اُسمیں ۷۸ ترک جاہ
۔ یہ ہے رضا۔ دینگے تجھے یہ جبکہ تو ہوگا عالم محسوسات سے اُوپر۔ اور اب
بھی تو ہے تسلیم سے اُوپر۔ یہ رُتبہ دیا ہم نے جبکہ ہے تو عالم ناسوت میں مگر ہے
عیال و اطفال سے جُدا۔ اور لیتا ہے اپنی حاجۃ کی چیزوں کو مانگ کر اُس بیٹے
سے جس نے تیرے قتل کو وسیلہ سمجھا ہے اپنی دولتمندی، اور ناموری کا اور

فرنگو حاکموں کی قربت ۔ اور اُس کارگذاری کا جو تجکو جان جوکھوں اُٹھا کر حاصل
ہوئی ۔ نہ ایک بار ۔ بلکہ بہت بار ۔ نہ ایک جگہ ۔ بلکہ بہت جگہ ۔ ہم تھے اُن
خوبیوں کے دینے والے ۔ اور دیتے ہیں اب بھی جبکہ دینا چاہتے ہیں ۔ یہ ہے

پانچواں ملاپ

اس میں وہ بیان ہے جو ہم نے اُن چیزوں کے باب میں
کیا ہے جو ہم سے الگ ہیں ۔ مگر ہم سے الگ ہو کر ایسی ہوئی
ہیں کہ ہم وُہ ایک ہو گئے ہیں ۔ ہم عالم ناسوت سے اوپر ہو جاتے
ہیں ۔ اور یہاں نہیں ہوتے ۔

١ سِدّیا ہست ۔ ہم نے تمہیں بتایا کہ نفس ہے ۔ جبکہ تم ہو اپنی جگہ ۔ تم ہو جسم ٧٩ میاتا
ہیں ۔ اور وہ ہے حادث ۔ تم یقیناً جانتے ہو کہ نفس جسم سے الگ ہو کر بھی

رہ سکتا ہے۔ جبکہ ہے وہ قدیم سے ملا ہوا۔ جو نفس ہیں ایسے۔ وہ مرنے کے
بعد اُن سے الگ ہوکر ہماری طرف ہو جائیں گے۔ وہ موت سے اوپر ہیں
عالم نفوس کے ایک طبقہ میں۔ اُن کو سدراہمت کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ معنے
اُس کے کچھ اور ہو گئے۔ اور دو لفظوں کا ایک لفظ بنا۔ یہ خوبی نہ ہوئی۔ مطلب پھر
بھی ادا نہ ہوا۔ وہ نہ سمجھے۔ ہم نے کہا۔ جاؤ تباہ ہو گے۔ یہی ہوا۔ وہ فلسفہ سے
محروم ہوئے۔ لفظوں میں کج کج کرتے رہے اور آپس میں خرُوپ خرُوپ
رہی۔ ہماری طرف نہ آئے۔ ہم نے کہا۔ جاؤ۔ نہ ہو گے۔ وہ اس طبقہ میں آسکے
کون جانے بھُوت ہوئے۔ پریت ہوئے کیا ہوئے؟ بس یہی ہے۔

ریّاتا ۸۰ واہمت۔ دُنیا سے جب تم جاتے ہو تو عقل تُم سے الگ ہو جاتی ہے۔ وہ ۲
عالم عقول میں ہو کر تمہاری عقل رہتی ہے۔ اُسے عقل میا کہتے ہیں۔ پروفسر آزاد
تم ۷۰ دفعہ ادھر آئے ہو۔ ۷۰ جگہ تمہاری عقلیں ہیں۔ وہ اپنے اپنے درجہ پر ہیں
اور تمہاری طرف دیکھ رہی ہیں۔ اسی طرح اَوروں کو سمجھو۔ تم اگر چاہو تو اُن سے

باتیں کر سکتے ہو۔ اور اپنے باب میں صلاح لے سکتے ہو۔ مگر اُنہیں یہاں کے
حالات معلوم نہیں۔ وہ مصروف اسلے اُنتذ ہیں۔ تم اُن سے کہو۔ وہ اِدہر کو
جُھکیں اور تُم میں آکر حال معلوم کریں۔ پھر اُدہر جاکر عقلِ اوّل سے پوچھیں
تب کوئی تدبیر نکلے جس سے تُم اِن فرنگوؤں سے الگ ہوکر گذارہ کرو۔
بس یہی ہے۔

۳ سِتاوِی۔ یہی ہے وہ اِمر جو ہم ہمیشہ دیتے ہیں اور کسی کو نہیں معلوم ۸۱ روح
ہوتا۔ وہ ہے رُوح۔ ہم دیتے ہیں۔ اور ہردم دیتے ہیں۔ یہ کسی کو خبر نہیں
کہ کس وقت؟۔ اور کب کے مناسب حال دی؟۔ یہ ہے ہماری قُدرۃ میں۔
ہم ہیں روح الارواح۔ ہم دیکھتے ہیں وقت کو۔ اور وقت کی مناسبۃ کو۔
بس یہی ہے

۴ مِیاوِن۔ ہم نے نس کو نہیں دیا؟ اور کسی نے نہیں مانا؟۔ جب یہ ہوا تو ہمنے ۸۲ غضب
حکم بھیجا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ تب ہم نے غضب بھیجا۔ سب رونے لگے۔ ہو ہو مرے

ہئے ہئے مرے۔ ہم نے کہا۔ اب کیوں روتے ہو؟۔ بولے مرتے ہیں !۔
ہم نے کہا نہ مروگے۔اور جو سامان ہم پہنچائے ہیں۔آنکھوں کے سامنے
خراب ہو جائیں گے۔یہ ہے ہمارا فلسفہ۔بس یہی۔

جعل ۸۳ سمیاوِپی۔ہم نے جس کو کیا۔ہم نے جس کو بنایا۔ وہ ہے مجعول۔فعل ۵
ہمارا ہے جعل۔ کا مجعول اگر امر یا شئے ہے تو جعل بسیط ہے۔اگر اُسے
متَّصِف بہ صفتہ کیا۔ یا بنایا ہے تو جعل مرکب ہے۔بس یہی ہے۔

۸۴ ہیااَوَتْ ۔ جدہر ہم ہیں اُدہر ہے تو۔ دیکھ تو کدہر ہے؟۔اے میرے ۶
الیشور میں ہوں رو بہ آسمان۔ادہر سے جو میں نے مانگا مجھے ملا ہے۔بس!
اسی کو جان آسمان۔یہ آسمان نہیں۔آسمان ہم ہیں۔ہم سے مانگ ہم دیتے
ہیں۔تو تو جانتا ہے۔ جو لکھتا ہے ہم دیتے ہیں۔ہم ادہر سے بھی دیتے
ہیں۔خود تجھ میں ہو کر بھی دیتے ہیں۔بس یہی ہے۔ہم جہاں سے چاہیں
وہاں۔ ہم ہیں

۷ دیاوی ۔ تجکو ہم نے ایسا کیا کہ تو ہم سے لیکر لکھتا ہے۔ اس پر لوگ حیرۃ ۸۵
کرتے ہیں۔ ہم نے اُنہیں نہیں دیا رُتبہ کہ وہ جانیں۔ تو نے ہم سے پایا
تو نے جانا۔ تو نے ہم کو جانا۔ ہم سے مانگا۔ ہم نے دیا۔ تو نے پایا۔ یہ ہو
قُرتہ۔ وہ ہے نادانی۔ اُسے ہے ہر وقت نیا بُھلاوا۔ اُسے ہے حَیرۃ۔
دیکھ اِن دونوں رُتبوں کو ملاکر جو کیفیتہ حاصل ہوتی ہے اُسے ہم نے دیاوی کہا
۸ سِیاوِن ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ تم ہو۔ اور ہم ہیں۔ تو اس کے معنے ہر ۸۶
شخص جانتا ہے۔ اچھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہم ہیں اور وُہ تو اس کے
معنے یہ ہوئے کہ ہم جانتے اور وُہ۔ اس جاننے کو ملاکر کہیں تو علم آلٰہی ہو جاتا
ہے۔ یہ ہیں معنے علم آلٰہی کے۔ ہم ہیں کہ دیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں۔ اور
کھینچ لیتے ہیں جو دیا ہوا ہے۔ پھر بھی دینے کا اختیار ہے۔ اور اُٹھا لینے
کا بھی۔ بس یہی۔
۹ دِیاکِب۔ جب تم کسی کو کہتے ہو کہ تم ہو؟ وہ کہتا ہے۔ ہوں۔ پھر کہتے ہو۔ ۸۷

ہم تم؟۔ وہ کہتا ہے۔ نہ۔ بس وہ غیر ہے۔ ہم ہیں کہ اگر ہو تو ہماری طرف تو
ہم ہوں تجھ میں اور ہوں دو ایک۔ یہی ہے۔

۸۸ **جیاوِی**۔ کیا ہے؟ کہ ہم ہیں ایک۔ تم ہو ایک؟ بات یہ ہے کہ تم ہو ہماری ۱۰
طرف۔ اور ہم ہوں تم میں۔ تو دونو ایک ہوں۔ یہ نہیں، وہ نہیں — وہ ہے
وحدۃ یہ ہے فردانیّتہ۔ یہ دونوں ملکر ہیں جیاوی۔ عرب کو ہم نے اس کے
لئے لفظ نہیں دیا۔

۸۹ **تیاوِی**۔ ہم۔ تُم سے کہتے ہیں کہ تم ہو؟ تم کہتے ہو کہ۔ ہوں۔ ہم ایک ۱۱
اور سے کہتے ہیں۔ تم ہو۔ وہ بھی کہتا ہے۔ ہوں۔ پھر ایک اور سے کہتے ہیں۔
وہ بھی کہتا ہے ہوں۔ اسی طرح بیشمار۔ ایک ہی ہوں ہے۔ سب میں
بولتا ہے۔ یہ ہے اطلاق عام۔ اور جب کہتے ہیں۔ آزاد!۔ تم کہتے ہو ہوں۔
۔ دوسرے کو کہتے ہیں کیوں صاحب تم ہو؟ کیا کہتے ہو۔ وہ کہتا ہے۔ ہوں
مطلب یہ ہے۔ یہ ہوں اَور ہے۔ ایک اور سے کہتے ہو۔ وہ تم تھے رات کو؟

وہ کہتا ہے ہوں۔ یہ ہوں اَور ہے۔ یہ مطلق معین بالاطلاق الخاص ہے
عرب کو یہ لفظ ہم نے نہیں دیا۔ قابل نہ تھے۔ معنے بھی کچھ کے کچھ ہوگئے
وہ گمراہ ہوئے۔ اور آخر کو گم ہوگئے۔ بس یہی ہے۔

۱۲ سمیا نیا۔ ہم دیکھتے ہیں یہ ہے۔ اور یہ اَور ہے۔ اور یہ اَور ہے۔ اور یہ ۹۰
کچھ اَور ہے۔ اور وہ کچھ اور ہے۔ اور وہ کچھ اَور ہی ہے۔ اور پھر وہ کچھ اور۔ اور
وہ کچھ اور۔ خود کچھ اَور۔ مگر ہے اور ہے۔ اور ہے۔ اور ہے۔ یہ ہے
اَیس ۔ اور یہ ہم اپنے دل کی تصدیق سے جانتے ہیں۔ اس کے لئے
دلیل ہم ہی ہیں۔ اسے ہم نے عرب میں برہان الایس کہوایا۔ ایک لفظ
دیا۔ اُنہوں نے نہ لیا۔ معنے بھی گم ہوگئے۔ وہ بھی گم ہوگئے۔ اب برہان الایس
کو بھی پوچھتے پھرتے ہیں۔ جو ہمارے دیئے کو نہیں لیتے اُن کا یہ حال
ہوتا ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۳ تیاویا۔ ہم نے ایک شئے کو دیکھا اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ ایک اور کو دیکھا ۹۱

اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ اور ایک اوُر کو دیکھا۔ اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ اسیطرح
اوُر۔ اور اوُر۔ اور اوُر۔ یہ بھی ہم نے۔ نظر۔ لیکن غور نظر۔ اور عقل کی نظر سے
یعنے سمجھ کر کہا۔ یہ لاالیس ہے۔ کہ موجود تو ہیں۔ مگر وہ موجود نہیں جو ہمیں
مطلوب ہے۔ اس کی دلیل بھی ہم میں ہے۔ اور یہ برہان اللاالیس
ہے۔ عرب اس میں بھی گم رہے۔ اب کیا ہوتا ہے۔ ہو گئے بس یہی ہے۔

ہامیانا ۹۲ ہدّیاویا۔ جدہر کو ہم دیکھتے ہیں وہ سمت ہے سمت جس نقطہ پر ٹہیرے ۱۴
وہ ہے ہدّیا۔ اور اس پر نظر کو دینا یہ ہے ہدّیاویا۔ عقل کی نظر ہے عقلا میا
عرب نے اسے تعقّل کہا۔ مطلب نہ رہا۔ بس یہ ہے۔

تیاتما ۹۳ واپی۔ ہم بہت دُور ہیں۔ اور اگر تم ہم میں ہو۔ تو ہم سے زیادہ کوئی پاس ۱۵
نہیں۔ ہم میں ہو تو ایسے ہو کہ ہم ہی ہوں۔ دوسرا خیال نہ ہو۔ یہ ہے واپی
عرب اسئے بالکل محروم رہے۔ ہم ہوئے۔ وہ نہ ہوئے۔ بس نہ ہوئے
گم ہو گئے۔ بس یہی ہے۔

١٦ سِنا۔ اس وقت جو ہم ہیں تو گویا عالم لاہوت۔ اچھا جب ہم تم ۹۴
میں ہوتے ہیں تو عالم ناسوت میں آکر ہوتے ہیں۔ یہ عالم عالم اجسام
سے اوپر ہے۔ اور جو تم میں ہے وہ سب یہاں ہے۔ پتا کا جامیا بھی ہے
ہم یہاں ہوکر بولتے ہیں۔ اور تم وہیں پکارتے ہو جہاں ہم نے اوپر
نشان دیا ہے۔ اور یہی چاہئے بس یہی ہے۔

١٧ وِکانا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ خود ہیں۔ یہ ہے فلسفہ ۹۵
ہمارا۔ عالم لاہوت سے آواز مبارک آ رہی ہے۔ ہم سن رہے ہیں۔ وہ
نور خدا ہوکر اِدھر ہیں۔ ہم خدا خدا کر رہے ہیں کہ اے ایشور وہ لکھ رہے ہوں
اُدھر بھی۔ اِدھر بھی۔ بس یہی۔

١٨ دِیاوا۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ ہم نے کیا۔ فرنگو کہتا ہے میں نے کیا۔ یہ غلطی ۹۶
اُس کی ہے۔ ہم سے لیتا تو ایسا نہ کرتا۔ اُس نے علم کو چھوڑا۔

١٩ واچک۔ حکمۃ الٰہی میں علم کو دخل ہے۔ مگر وہ علم ہمارا علم ہو۔ ہمارا علم ۹۷

ہمارا علم ہے۔ وہ اور بات ہے۔ ہمارا ہی علم علم کتابی اور علم تعلیمی ہے۔ عرب کو ہم نے کتابیں دیں۔ ایران کو ہم نے کتابیں دیں۔ ہند کو ہم نے کتابیں دیں۔ جو انہیں پڑھاتے ہیں۔ ہمارا علم پڑھاتے ہیں۔ یہ اُجرۃ کے لئے بھی پڑھاتے ہیں۔ پھر بھی ہمارا ہی علم ہے۔ بس یہی۔

۹۸ ہرا جا۔ ہم نے تجھے کہا۔ تو نے لکھنا شروع کیا۔ ہم دیتے ہیں۔ تو لکھتا ہے یہ ہے علم الٰہی تو نے ہم میں ہو کر لیا ہے۔ ہمارے سوا دوسرا خیال تجھ میں نہیں آسکتا۔ ۲۰

ہیا ہُ تا ۹۹ نِسنا دَنْ۔ جب ہم کچھ کہتے ہیں۔ تم کہتے ہو یہی خوب ہے۔ دل میں کہتے ہو بھی ہو۔ اس میں تو ہیں بڑی خرابی ہوگی۔ ہم کہتے ہیں۔ اچھا نہیں۔ کچھ نہیں وہ دیتے ہیں تو پھر وہی۔ اِس میں ایک نہیں دو طرح کی خرابی ہو گی اول ہم کو شرابی ہونا پڑیگا کہ حد بے خبری کی شراب ہے۔ دوسرے جان میں بال بچے سب ہیں۔ ہم ایک کو ایک سے بچا نہ سکیں گے۔ یہ بھی کچھ نہیں۔ ہم

سر پہ پیر بیوں بچہ بات یوں

دیکھتے ہیں۔ جب یہ خود ہوتے ہیں بااختیار تو ہر بات میں چاہتے ہیں کہ جو ہم
کریں وہی انصاف ہو۔ اور انصاف تو ایک ہی ہے۔ پھر ہم انہیں اختیار
کیونکر دیں۔ یہ ہے وجہ بے اختیاری کی۔ اور حکم ہے کہ ہو تم جبر میں۔ اور
ہم ہوئے ہیں جبران پر۔ ہم اپنے اختیار کو ان پر ظاہر نہیں کرتے۔ کریں تو
ظاہر کریں ہو جائیں یہ ایسے بد کہ پتھر اور لکڑ سے بھی زیادہ حرکۃ قسری میں ہوں —
حرمان الارادہ۔ عرب کو ہم نے اس کے لئے لفظ نہیں دیا۔ یہی ہے جو کچھ
ہے۔ بس یہی۔ تو اسے سمجھا۔

جو کچھ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جیسے یہ کہتے ہیں عرب کے ہوا ۱۲

۲۱ نادی۔ ہم نے ایسی بات بیان کی جس کا ظہور آج ہو سکتا ہے۔ دہرم اور ۱۰۰
ایمان پر جو ہیں اور ہم نے انہیں قدرۃ دی ہے۔ وہ ظہور میں لائے۔ ہم
انہیں دینگے زیادہ قدرۃ جبکہ وہ ہونگے ہمارے حکم میں۔

۲۲ ہیاوا۔ ہم کہتے ہیں۔ تو سنتا ہے۔ ہم دیتے ہیں تو لیتا ہے۔ ہم نے تجھے
دیا۔ انہوں نے تباہ کیا۔ ہم ایک ایک کو جانتے ہیں۔ تو دیکھے گا کہ ہم انہیں ۱۰۱

کیا کرتے ہیں۔ اور ہم انہیں دکھائیں گے! یہی ہے حکم۔ بس۔

چھٹا ملاپ

اس میں ہم وہ باتیں بیان کرینگے جو ہم سے متعلق ہیں وہ
ہم نے عرب کو دیں۔ انہوں نے اس کا نام آلٰہیات رکھا
اور اس کا فن انتہا فلسفہ کا کیا۔ ہم سے نہیں تھا۔ اپنی عقل
سے تھا۔ نہ پایا ہم سے۔

۱۰۲ جِنکا۔ ہم نے قدرۃ کو بڑا دکھایا تمہیں۔ یہ ہم ہیں۔ یہ ہم ہر امر کر سکتے ہیں۔ ۱
ہم ہیں کہ ممکن کو امکان دیا۔ محال کو امتناع۔ واجب کو وجوب۔
۔ یہ مسئلہ ہم نے تجھ سے بیان کروایا۔ تو دہلی کالج میں پڑھتا تھا سیّد محمدؐ
کے سامنے۔ اُس نے سُنا۔ اور سمجھ کر ایسا اُچھل پڑا جیسا کہ اب۔ تو نے

پھیلا کر اخیر مطلب کو ویسا تیز نہ رکھا جہاں سے اُٹھایا تھا۔ بس یہی ہے۔

۲ وِیاکا۔ ہم جو تجھے کہتے ہیں کہ یہ ہے! تُو کہتا ہے یہی ہے! اگر تُو کہے نہیں ۱۰۳

وہ ہے۔ یہ ہے۔ نہ ہوگا وہ ہم سے۔ پھر ہوگا تُو اور۔ ہم اور۔ یہ ہیں معنے اس

مسئلہ کے۔ کہ ہم ہیں تجھ میں تُو ہو ہم میں۔ یہی ہے۔

۳ سیاپا۔ جب ہم نے تجھے کہا۔ تُو ہے۔ تو ہم جانتے ہیں کہ تُو ہے۔ ہم ۱۰۴

یہ ایسا ہی جانتے ہیں جیسا جانتے ہیں کہ ہم ہیں۔ یہ ہے علم حضوری! علم عالم

معلوم سب ہم ہیں۔ جب ہم تیرے کام پر متوجہ ہوتے ہیں تو ہوتا ہے

غیر ہیں۔ یہ علم حصولی ہوا! آفرینش کا جو علم ہے حصولی ہے۔ تو ہر آفرینش

میں۔ اور بندے ہیں آفرینش میں۔ علم حصولی یہ ہے (مثلاً وہاں علم ہوا ایک شے کا وہ

سیاپا ہے ایشور اور بندہ کے علم کا امتیاز۔ عرب کو ہم نے اس کے واسطے

لفظ نہیں دیا۔

علم حصولی

۴ وِیانا۔ ہم نے تجھے کہا کہ یہ نہ کر۔ تو نے نہ کیا۔ اور سمجھا کہ یہی خوب ہے۔ یہ ہی ۱۰۵

ہوئی خوبی۔ ہم ہیں۔ تو ہو ہم میں۔ ہو گا خوبی میں۔ یہ ہے ہماری طرف!
دنیا میں۔ وہ خوبی نہ ہو۔ تو بھی خوبی ہی ہے۔ ہم ہیں کہ ہر خوبی کو خوبی کرتے
ہیں۔ اور بدی کو بدی۔ یہ ہے ہماری شان۔ پروفیسر آزاد تو ہو گا ہماری
شان میں۔ جو ہم نے دیا تو نے اُسے رضا سے نہ لیا مگر تسلیم سے زیادہ
رُتبہ مانا۔ یہی ہے (دیانا)

بیاں وَ، ۱۰۶ وَایَا۔ ہم نے تجھے خود دیا ہے جو کچھ دیا ہے۔ تو نے پایا ہے کہ مستوجب ۵
اُس کا ہے۔ ہم ہیں دینے والے۔ ہم جو کچھ دیتے ہیں سمجھ کر دیتے ہیں۔
تو نے لیا ہمارے توکّل پر۔ خوب ہوا مُصِر۔ وہ خوب! مگر باعتبار دنیا
کے کبھی خوب کبھی ناخوب۔ تو نے دونوں کو خوب سمجھا۔ یہی ہے خوبی ہماری
تو ہے ہم میں۔ ہوئی یہ خوبی تیری۔ ہوا تو حامل زعامتِ کبریٰ کا۔ بس یہی۔

۱۰۷ وَایَا۔ ہم نے تجھے دیا تو نے لیا ہے۔ جو کچھ دیا ہے خوبی سے لیا ہے تو نے ۶
رضا کبھی تھی۔ کبھی نہ تھی۔ جو لیا اَدب سے سر جھکا کر لیا یہی ہے تحمل وَایَا

زعامۃ کبریٰ کا۔ ہم جو کہتے ہیں۔ تو کرتا ہے۔ نہیں مانتے۔ یہ ہونگے ہمارے عذاب میں۔ ہمارے عذاب کو یہ نہیں جانتے۔ اور مانتے ہیں تو ایسا جیسے کوئی تمسخر کرتا ہے۔ ہم اُنہیں بڑھاتے ہیں مگر ہم بھی اُس میں اِستہزا کرتے ہیں۔ پچتائیں گے۔ نہیں سمجھتے۔ اچھا دیکھ لینگے۔ بس یہی ہے۔ [illegible]

۱۰۸ [illegible] سیاما۔ ہم جب کسی چیز کو مانتے ہیں تو سب مانتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے اُنکی فہرست ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ ہم اُن پر حُجّۃ الٰہی کو تمام کرتے ہیں۔ نہیں مانتے تو ہم اُنہیں خراب کردیتے ہیں۔ یہ ہے منظور نہ کرنا حامل زعامۃ کا۔ دیکھ پروفیسر آزاد یہ ہے حکم ہمارا۔

۸ ناوِیا۔ ہم نے تجھے کہا۔ تو نے مانا۔ ہم نے کہا نہ ہو۔ تو نے کہا۔ نہ ہوگا ہم ہیں کہ اپنی مصلحۃ کو جانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے وہ ہیں کفر میں۔ ہم دکھاوینگے کہ جنہوں نے ہماری مصلحۃ کی پابندی نہ کی ہم اُن کو کیا کرتے ہیں؟ یہی ہے ۱۰۹ [illegible]

جو کہ ہم کرتے ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ جو ہمیں کرنا ہے اُس سے بال بھر بھی فروگذاشت کریں۔

ہیاتوپا ۱۱۰ ہیاپا۔ جو ہم نے کہا وہی ہے!۔ جو اس کے سوا ہے وہ نہیں! نہیں ۹
کو یاں کریگا وہ ہوگا عدول ہیں۔ تو نے یہی کیا کہ رہا تو طاعۃ یہی ہے
اطاعۃ۔ تو نے یہی کیا۔ یہی ہے کہ ہوا ہے تو حامل اُس قدرۃ جو ہے
گرانبار ہمارے زعامۃ کبریٰ کے ذمۃ سے۔ یہی ہے حکم کہ ہو تو اپنی
خدمۃ پر؛ اور نہ کہہ تو کسی سے کہ میں کیا خدمۃ کرتا ہوں۔ بس یہی ہے
ہیاپا کے واسطے ہم نے عرب کو لفظ نہیں دیا۔

۱۱۱ وِیاپا۔ جب ہم کسی کو کچھ دیتے ہیں کہ وہ اُسے اچھا معلوم ہوتا ہے تب وہ ۱۰
کہتا ہے خوب پایا۔ جب ہم اُسے کچھ دیتے ہیں دُکھ یا غم ہو۔ وہ کہتا ہے
یہ تو میں نہیں لیتا۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ ہے۔ نہ لوگے تو اس سے زیادہ ہوگا۔
وہ کہتا ہے۔ اے ایشور یہ بھی نہ ہو۔ وہ بھی نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ یہی ہے

یا یہ ہوگا یا وہ ہوگا۔ ہوتا ہے وہی جو ہم کہتے ہیں۔ یہ ہے مشیّۃ ہماری۔
ہمیں معلوم ہے جب مُلا باقر تیرا بیٹا ہم نے لیا۔ تو نے کہا۔ خیر میرے ایشور
تیری مشیّۃ پوری تو ہو گئی۔ ہم نے کہا بیٹے سے نام روشن ہوتا ہے۔
ہم تیرا نام روشن کردیں گے۔ تو نے اسے معلوم نہ کیا اور منظور کیا۔ ہم نے
اُسے لیا۔ اور زعامتہ بلد کی دی۔ ۲ مہینے ۲۲ دن کے بعد ایک اَور بیٹا
دیا محمدؐ اکبر اُس کا نام ہوا۔ جب چھ مہینے کا ہوا وہ بھی ہمارے پاس ہوا تو نے
اُس پر صبر کیا۔

۱۱۲ دیاوا۔ ہم نے تجھے کئی دفعہ کہا اور پھر کہتے ہیں! یہ ہماری قدرۃ ہے کہ
تو لکھتا ہے اور پھر[۲] کہتے ہیں کہ یہ ہماری قدرۃ ہے۔ اور تیسری[۳] دفعہ پھر
کہتے ہیں۔ ۔ یہ ہماری قدرۃ ہے کہ تو لکھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ
ہماری قدرۃ کو مانتے نہیں۔ اچھا ہم انہیں دکھاتے ہیں

۱۱۳ ہیاؤ۔ ہم ہیں اپنے علم میں آپ علم! ہمیں کسی شئے کی احتیاج نہیں

ہر شے ہم ہیں موجود ہے۔ پتا کا جامیا ۴ ہزار برس ہوئے ہم نے لکھوائی
وہ ہمارے پاس ہے۔ وہ جس جس کو ہم نے دی ہے۔ تم میں ہے۔ اسمیں
اور اُن میں ایک حرف کا فرق نہیں۔ اب ہم لکھواتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے
ہیں کھول دیتے ہیں۔ تم جو کچھ کر رہے ہو ہمیں معلوم ہے۔ ہم جب چاہینگے
تمہارا تدارک کریں گے۔ تم ہماری آواز کو سنتے ہو!۔ دیکھ پروفسر آزاد ہم
ہیں!۔ ہم انہیں دکھا دیں گے۔ وہ جو کہ ان کے خیال میں نہیں علم ہمارا!
ہم ہیں! قدرۃ ہماری!۔ ہم ہیں!۔ جس وقت چاہیں ظہور دیں۔ یہ ہے
بس ——————

کتاب میں ہے ۱۲ دی ہم نے دکھنا اس ہماری

۱۱۴ جیام۔ ہم جب کہتے ہیں کہ یہ ہوتا ہے وہ۔ ہاں لکھ ہوتا ہے وہی۔ انکے ۱۳
شیاطین وسوسے ڈالکر کیا خوش ہوتے ہیں۔ ہم نے وقوع دیئے!
یہ سمجھے! اور پھر باز نہ آئے۔ جہاں جو ارمان نکالنے تھے نکالے۔ اور کہا
کتاب میں جو لکھا ہے وہی کیا ہے کچھ اور نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں! اور سمجھتے

ہیں! اور نہیں دیکھتے کہ یہ مانیں گے نہیں۔ اب ہم ہیں! اپنی قدرتہ میں دیکھو! لاہور والو۔ ہاں جو تم نے کیا ہے کبھی نہیں ہوا۔ ہندو و مسلمان فرنگو شیطان ہم آگاہ کرتے ہیں۔ ہم ہیں۔ اور اپنے علم میں ہیں۔ اور اپنی قدرتہ میں ہیں! ہم نے دیکھو! کتنے ہزار برس پہلے لکھا تھا۔ اور نام لکھ دیئے تھے۔ مقام لکھ دیئے تھے سنہ۔ مہینے۔ تاریخ۔ دن سب لکھ دیئے تھے دیکھ لو! کیسا حرف بحرف ظہور دیا ہے۔ کیا ہم تمہارے کفر و عصیان کی سزا نہ دیں؟ دیکھ! ہمارا وقت آتا ہے! وقت ہمارا ہے! ہم جب چاہیں ظہور دیں! یہی ہے۔

۱۴ ۱۱۵ نیپ۔ ہم میں کچھ شوق نہیں کہ یہ بات ہو تو کیا خوب ہو۔ یہ امر بڑھتے بڑھتے آرزو ہو جاتا ہے۔ اور آغاز ہی زور سے اٹھے تو امنگ ہے۔ ہم میں ان میں سے ایک بھی نہیں۔ ہم ہیں اپنی مرضی پر۔ مرضی ہماری ہے مصلحتہ جو ہم کرتے ہیں مصلحتہ کرتے ہیں۔ یہ ہے ہمارا حکم کہ ہو تو اس طرح۔

تجھے ہم نے وہ جوہر کیا کہ ہماری مرضی سے اثر پذیر ہے۔ دِق نہیں ہوتا۔ یہ کیفیت عالم اجسام میں ہم نے کسی کو نہیں دی۔ بس یہی ہے۔

۱۱۶ جَنُوْ۔ ہم ہیں اپنے کام پر۔ ہمارے کام ہم ہی جانتے ہیں۔ بندو! تم ہی کہتے ہو ہژدہ ہزار عالم۔ عالم ہمارے ہم ہی جانتے ہیں۔ تُو ہو ایک نقطہ پر۔ ہم ایک دھیان سے سب کو دیکھ رہے ہیں۔ حکم ہے یہی کہ ہو تُو اسطرح۔ خرابی ان کی حد سے گذرنی کچھ بڑی بات نہیں۔ ہم اس سے زیادہ انہیں خراب کریں یہ کیا بڑی بات ہے!۔ ۱۵

۱۱۷ ہِنَاچلم نے بہت کچھ کیا مگر نہ ہوا وہ جو کہ ہونا چاہئے تھا۔ اب اگر ہو تو تیرے کئے ہو۔ تُو کون؟ ہم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶

اے ایشور مہاراج اب اگر ہو

۱۱۸ سِتَا۔ جب ہم نے مایۂ عالم کو انبساط دیا۔ کچھ نہ تھا۔ ہو گیا۔ ہوتا گیا۔ بگڑتا گیا۔ یہ بھی ہم سے تھا۔ یہ بھی ہم سے تھا۔ جو بہت برسوں میں بگڑتے تھے۔ کیا ہم اُن کو ایک ہی دفعہ نہیں بگاڑ سکتے؟۔ ہم بگاڑتے ہیں اور ایسا بگاڑتے ہیں ۱۷

سنبھلنا تو کیا؟ گڑگڑائینگے ۔ اور رُو رُو کر مانگیں گے ۔ اور نہ پائیں گے ۔ ہم
پوچھیں گے اِن سے کیوں صاحب زور اب کہاں ؟ ہم ہیں اپنے عدل
پر ۔ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں ابھی تو بہت کچھ ہے ۔ ابھی تو تجھ جیسے بہت ہیں
اور بہت ہیں ۔ اور بہت ہیں ۔

۱۸ وِکا ۔ ہم نے دنیا کو بنایا اور بگاڑا ۔ پھر بنایا پھر بگاڑا ۔ وہ بنی اور بگڑی ۔ ۱۱۹ [illegible]
بنی اور بگڑی ۔ بنی اور بگڑی ۔ اَبکے ہم اسے ایسا بنائیں گے کہ پھر نہ بگڑے
یہ بنے گی ہماری بنائی ۔ ہم ہونگے اس کی حفاظت کرنے والے ۔ ہم بگاڑینگے
اور سخت بگاڑیں گے بگاڑنے والوں کو ۔ یہی ہے اس کی حفاظت کہ ہونگے
ہم ہر بدی کو لینے والے ۔ اور مجرم کو مہلت دینے والے ۔ جرم اُس کا جتاکر
یہی ہے ۔

۱۹ جوا ۔ جو ہم نے کہا ۔ کیا ہے ۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ہم کر دیتے ہیں ۔ دیکھو تم ۱۲۰ [illegible]
ہم سے وہ مانگتے ہو جو ہم نہ کرینگے ۔ اور تم جانتے ہو کہ جو ہم نہ کرینگے نہیں کرینگے

وہ نہ ہوسکیگا! تم سے ۔ نہ کسی سے ۔ کیوں کرتے ہو تم؟ بگڑوگے ۔ یہی ہے۔

۲۰ ہجا ۔ جس کو ہم نے کہا یہ ہے! وہ ہے ۔ ہم نے کہا یہ نہیں ہے! وہ کبھی ۱۲۱
نہیں ہوگا ۔ یہی ہے ہماری قدرۃ کا اصل اصول ۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ہم سے
ہے ۔ وہ ہے ۔ جو ہم سے نہیں وہ نہیں ہے ۔ جو کریگا ۔ وہ نہ ہوگا ۔ (جو اُسے کریگا یعنے ظہور دیگا ۔ نہیں ہوگا)

۲۱ سپا ۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ کیوں تجھے تباہ کر رہے ہیں؟ ہم انہیں ۱۲۲ ایماوتا
مُہلۃ دیتے ہیں ۔ یہ مُہلۃ کو نہیں مانتے ۔ ہم انہیں تباہ کردیں گے ۔ اور
مُہلۃ نہ دینگے ۔ یہ ہیں مستوجب اسی کے ۔ دیکھنا! کیسی خرابی ہوتی ہے ۔ پلک
جھلک میں ہوگا ۔ بس یہی ۔

۲۲ وسا ۔ یہ ہے ہماری قدرۃ کہ ہم کہتے ہیں ۔ تو سنتا ہے ۔ ہم دیتے ہیں تو ۱۲۳ تضرع
لیتا ہے ۔ وہی لکھتا ہے جو ہماری مشیئۃ میں ہے ۔ تو ہماری قدرۃ پر سر
جھکاتا ہے اور کہتا ہے ۔ اے میرے واجب العبادۃ میں ہوں عبودیۃ
میں ہوں بندگی میں ۔ یہ کون جانے؟ کہ ہم نے تجھے پیدا کیونکر کیا ایسا؟ ہم

ہیں اپنی صنعة۔ ہم ہیں صنعة کے مالک یہی ہے۔

رہتا۔ ہم نے اپنے ہر کام کا نام رکھا ہے۔ کام ہمارا ہے۔ نام ہمارا ہے۔ ہم جو کہکر پکارتے ہیں وہی ہے نام۔ تو نے ہمارے ناموں کو مانا۔ ہم نے تجکو دیئے۔ تو معانی لفظی لیگا۔ تو اسموں سے مسمّاؤں کو لیگا۔ لیگا جبھی کہ ہم دیں گے۔ بس یہی ہے۔

ساتواں ملاپ

اس میں ہم نے اُن اُمور کا بیان کیا ہے جو حواس خمسہ سے متعلق ہے۔

جب ہم کسی چیز کو دیکھتے تو کیونکر دیکھتے ہیں؟

تم دیکھتے ہو آنکھوں سے۔ یا اور حواسِ خمسہ سے محسوس کرتے ہو۔ یا

حواس باطنہ سے تعقل کرتا ہو ——— ہم میں ہو۔ اور ہم سے لو۔ جو اس طرح معلوم ہو وہ درست! یہ ہے ہماری راہ دریافت کرنے کے لئے۔ یوں ہے ہم سے مانگنے کا طریق۔ بس یہی۔

جب ہم اُسے سوچتے ہیں تو کیونکر سوچتے ہیں؟

تم سوچتے ہو تعقل کر کے۔ تمہاری عقلیں ہیں بہت۔ اور ہر ایک کے کام ہیں الگ۔ تمہیں چاہیئے اُن سے کام لو۔ وہ ہوتی ہیں ہم میں۔ اُن سے جو کچھ ہوگا ہم سے ہوگا۔ ہوگا وہ قابل اطمینان کہ ہوگا ہم سے۔ یہی ہے۔

۳ جب وہ ہمیں نظر آتی ہے تو کیا ہوتی ہے۔

وہ مرئی ہوتی ہے۔ مگر آنکھوں سے۔ بس یہی۔

۴ جب شئے سمجھ میں آتی ہے تو کیا ہوتی ہے؟

قوائے عقلیہ کے ذریعہ سے سمجھ میں آتی۔ اسی واسطے وہ خود عقلی ہوتی ہو جسم محسوس اُس پر نہیں ہوتا۔ ہم نے اُسے ایسا بنایا ہے کہ وہ آتی ہے اور

نہیں آسکتی سمجھ میں۔ ہم اگر چاہیں تو آبھی سکے۔ یہ ہے ہماری مرضی۔ بس یہی

۵ جب وہ بھول جاتی ہے تو کیا؟

جب وہ بھول جاتی ہے تم گھبراتے ہو۔ سوچتے ہو۔ یاد کرتے ہو۔ کتابوں میں دیکھتے ہو اور پھرتے ہو سوچتے ہوئے۔ اس میں بات اکثر یاد آجاتی۔ ہم سے لو کہ ہم تمہیں دینگے۔

۶ جب پھر یاد آتی تو کیا؟

۔تم بڑے خوش ہوتے ہو۔ اور ہمارا بھی شکرانہ بجالاتے ہو۔ تمہیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم ہیں دیکھنے والے۔ ہم ہیں دیگر خوش ہونیوالے۔ ہم سے یہ بھی مانگو۔ ہم دیں گے۔ بس یہی ہے۔

۷ جب اسے سوچتے ہیں تو کیونکر سوچتے ہیں

سوچنا یہی ہے کہ عبارۃ پڑھی۔ اگر کتاب سامنے ہے۔ آپ سوچا اگر نہیں ہے کتاب۔ لیکن اصل مسئلہ خیال میں ہونا چاہئے۔ اگر کتاب

سامنے نہیں ۔ کچھ بھی نہیں تو ہم سے مانگے ۔ ہم دینگے ۔ اور کیونکر مانگے
یہ سیکھے پروفسر آزاد سے ۔ ہم نے اُسے ۵ کتابیں دیں

۸ جب نہیں تو کیونکر؟

چُپ بیٹھے ۔ کچھ سوچا ۔ ہائے وہ کیا خوب دن تھے! وہ کہاں؟ ہائے
وہ کہاں؟ افسوس وہی دن خوب تھے ۔ ہم کہتے ہیں ۔ تو ہو ہم میں ۔ جب
ہم میں ہوگا ۔ تو اور وہ ایک ہونگے ۔ تجھے یہ بھی خیال آتا ہے ۔ اگر یوں ہو
تو کیا خوب ہو! ہم کہتے ہیں ۔ یہ ہوگا حدوث کے عالم میں ۔ وہی انجام
وہی افسوس ۔ ہائے کیا ہوا ۔ ہائے کیونکر؟ یہ افسوس یا تو کرے گا یا
وہ ۔ تو قدم کے ساتھ وابستہ ہو کہ خود قدم میں ہو ۔ اور یہ بڑی چیز ہے اگر
ہو جائے ۔ بس ۔ یہی ۔ ہے ۔

۹ وہ بڑی چیز ہو تو کیونکر ہو؟

یہ بڑائی تمہاری نسبت سے ہوتی ۔ تم اپنے اور اُس کے لحاظ سے بڑا سمجھتے ہو

بڑائی دیکھو ہماری نسبتہ سے۔ ہر شئے ہم۔ ہر شئے ہم سے۔ ہر شئے ہم سے
بڑائی کیا رہی؟ سمجھو۔ تم ہو ہماری طرف۔ تم ہو ہم میں۔ ہم ہوں تم میں۔
جسقدر ہم ہیں ہوگے۔ اُتنے ہی تم غیروں سے بالاتر ہوگے۔ یہ ہی بڑائی
اوج ہے بڑائی۔ آؤ تم اوج میں۔ ہوگے بڑائی میں۔ ہے یہی۔

۱۰ | جب ایسے ہو تو کیونکر ہو؟

تم اوج میں ہو تو ہو ہماری طرف۔ اور جسمیّت کے اعتبار سے ہو دُنیا میں۔
اُدھر رہو ضرورتوں کی مقدار میں۔ اِدھر رہو جو کچھ ہو۔ تم جس طرح ادھر ہوئے
اس طرح کوئی ہوا نہیں۔ اِدھر سے اُدھر فیضان نے ظہور نہیں کیا۔ دنیا کے لوگ
حیرۃ کرتے ہیں۔ اور ہوگئے درپے آزار۔ ان کے آزاروں کو ہم توڑیں یہہ
مشکل نہیں۔ تم کو حد سے زیادہ آزار پہنچا رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم انہیں نہیں
چھوڑ سکتے۔ اور ان کی خوشامد بھی ہو نہیں سکتی۔ تم سے کہ نہیں کی تم نے۔ نہ تمہارے
بزرگوں نے۔ ہم بھی تم کو نہیں چھوڑتے۔ توڑا ہے ہم نے انکو اور توڑینگے بس یہی ہے

تم سے پہلے اس طرح
دیا ہم نے ،،
نہیں

۱۱ | وہ تو کچھ ایسی بڑی نہیں

جب تم ہم میں ہو تو کوئی چیز تمہیں بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن ہو تم دنیا میں۔ دنیا اپنے تئیں بڑا سمجھتی ہے۔ ہمارے ہاں علم بڑائی عقل بڑائی۔ اُدھر کا شوق بڑائی۔ اس کی ریاضتہ بڑائی۔ دنیا اسکی تحقیر۔ تم اس میں۔ ہم دینگے تمہیں اس میں گذارہ۔ ہم دینگے تمہیں وہ کہ لینگے تمہیں۔ اور دینگے آسودگی۔ ہم ہیں اور ہیں تمہارے ساتھ۔ ہم ہیں نیا ئسا۔ جو کچھ کہا ہے حکم سے کہا ہے بس یہی ہے۔

۱۲ | یہ تو کچھ ایسی بڑائی نہیں۔

یہ دنیا ہے ہمارے ہاں یہ بڑی نہیں۔ ہم ہیں قدم یہ ہے حدوث ہم اسے کچھ سمجھتے نہیں۔ اس کا زور ہم تک نہیں پہنچا۔ ہمارا زور اس پر پہنچا ہے ہم ہیں قوائے مجردہ۔ یہ ہیں اجسام ہم نے ترکیب اور ترتیب دیئے ہیں ہم چاہیں تو توڑ کر کھنڈ لادیں۔ مگر حکم ہیں اُنکے۔ اُنہوں نے مہلت دی ہے۔ اس مقام میں ہم

بے اختیار ہیں۔ تمہیں حکم ہے اِن میں رہنے کا۔ یہ ہیں بد۔ ہم دیکھ رہے ہیں جب
اُس درجہ پر آئینگے۔ ہم اِنہیں کھنڈ لینگے۔ اَیسا کہ ہونگے نہ ہونگے۔ کوئی نہ
جانیگا کہاں گئے۔ تمہیں انہوں نے روٹی سے عاجز کیا ہے۔ یہ کیا بڑی
بات ہے۔ روٹی ایسی بدعورتوں کے ہاتھ میں دی ہے۔ کہ دنیا کی بد!۔
یہ انہوں نے نہیں ہم پہنچائیں ہم نے لکھ دیا کہ ان سے احتیاط رکھنا۔ بتائیں
احتیاط کیلئے۔ اِنہوں نے اُنہی کو لیا اختیار کے لئے۔ ہمارا سمجھا ہوا تھا اب
دیکھنا پچتائیں گے۔ معلوم ہوگا روٹی کا ٹکڑا کیسی بڑی چیز ہے۔ یہ تمہیں
کہتے ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے کا محتاج کر دینگے۔ ہم دیکھو انہیں کیسا محتاج
کرتے ہیں۔

نراکار کی بارگاہ سے آواز ہوئی۔ ہم ہیں! اپنے میزان عدل پر تول رہے
ہیں تمہارے نظاموں کو۔ ہاں۔ بھاگنا نہیں۔ یہیں ہوگا جو کچھ ہوگا ہم۔
پھر کہتے ہیں۔ ۔ ہم ہزار برس پہلے ہم نے جن جن کو لکھ دیا تھا۔ دیکھو کیسا ٹھیک

وقت پر ظہور دیا ہے۔ کیا ہم انہیں ٹھیک وقت پر فنا نہیں کر سکتے۔ اور نہ فنا کریں تو
کیا خوار نہیں کر سکتے؟ ہم ہیں! - ہم ہیں! - ہم ہیں! - بس! یہی ہے!

۱۳ اب ہم کیونکر دیکھیں کہ سمجھ میں آئے۔ یہ بڑی تو نہیں۔

تم ہو ہم میں۔ ہم ہوں تم میں ہم دیں۔ تو تم لو۔ ہم کہیں۔ نہیں۔ تو تم کہو یہ
نہیں ہونی چاہئے۔ اسکی تاثیر یہ ہوگی کہ جسکو دنیا کے لوگ بڑا ہی سمجھتے ہیں تمہیں
بڑی نہ معلوم ہوگی۔ یہ ہے۔

۱۴ اب کیونکر سمجھ میں آئے کہ بڑی ہے۔

ہاں۔ بڑی ہی ہے۔ تم ہو دنیا میں ہو وہاں اور آؤ ادھر۔ ہو ہمارے حکم میں۔ جو کام
کروگے وہ ہمارے حکم میں ہوگا۔ حکم ہمارا ہوگا۔ کروگے تم۔ یہ ہوگی دنیا میں بڑائی
جو یہاں ہیں وہ نہیں کر سکتے۔ تم وہاں ہو۔ کر سکتے (ناسوت میں) ہو۔ ہم اسے عرب میں کہوائینگے
دنیا۔ ادھر کی کشتکاری ہے ادھر (عالم علوی کا ہیں) یہ ہے۔

۱۵ مجھے تو کچھ اس سے مطلب نہیں۔ حکم ہے۔

حکم ہے تمہیں کہ ہو یہاں۔ ہو تم اس طرح یہاں۔ گویا حکم سے بیٹھے ہو۔ حکم اُٹھ جائے۔ ہو جاؤ صاف اُدھر۔ کوئی بات اِدھر ایسی نہ ہو جسکے لئے شوق دل کا اِدھر ہو۔ شوق جو ہو وہ ہماری طرف ہو۔ یہ معنے ہیں اس کلام کے۔ بس یہی ہے۔

مجھے کیا غرض کہ حکم کا سبب ہے جو حکم ہوا کہ یہاں نہیں بیٹھ جاؤ اُدھر ہو گیا" ادھر

مجھے کیا غرض حکم نہیں۔

دنیا کو ہم نے عجائب و غرائب سے سجایا ہے۔ ہم نے اسے دل پزیر اور دلکش کیا ہے حدوث دیکر۔ جب اِسے قیام نہیں تو ہو تو ہم ہیں۔ اور حکم ہے ہماری طرف کا ہو گا شوق ہماری طرف۔ اور ہو گا تو ایسا بے نیاز گویا غرض نہیں کچھ۔ یہاں سے ناسوت سے اُدھر ہوتے وقت۔ حکم سے ہے جو غرض ہے۔ یہی ہے بس۔

بس یہی۔

ہم نے پتا کا جا میا کو یہاں ختم کیا۔ دیکھ سری جے چند تو ہر راجوں کا راجہ مہاراجہ یہ ہم نے کیا ہے تجکو۔ آج ہے تو ایسا۔ جو حکم ہم دیتے ہیں۔ تو جاری کرتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ آج کے ہم ہزار برس بعد تو ہو گا پروفسر آزاد۔ اسی کتاب کو لکھیگا تو اپنی زبان میں اُسے اُردو کہینگے۔

اُردو اتیرالشکر ہی۔ زبان کا نام یہ ہوگا۔ ہمنے جو کچھ بتایا ہے وہی تُو نے لکھا ہے ہم آ تو
ان سب کو ظہور دینگے۔ پھر بھی کافر ایسے ہونگے کہ ہماری قدرۃ کو نہ مانینگے۔ یہ ہیں ہما
باتیں ہمیں انکا کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ ہم اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں ہر وقت قادر ہ
ہیں مرضی ہماری وقت ہمارا ہے جو نہیں مانتے ہمنے اُنہیں سُنا دیا ہو۔ نہ مانینگے پچتائیں
اور ایسے بلبلائینگے کہ روئینگے اور سر پکڑ پکڑ کر دینگے۔ ہم اُسوقت بھی پوچھینگے کہ
عقل کچھ نہیں چلتی؟۔ یہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر دعا مانگیں گے۔ ہم کہیں گے۔ اب نہیں ہو
جو ہو گیا ہو گیا۔ یہی ہے حکم! اب ہم تجھے کہتے ہیں۔ تو ہے پروفیسر آزاد۔ لکھ تو
طرف سے۔ سری مہاراج میں کیا عرض کروں۔ جو حضور سے ارشاد ہو وہی ہو
ہم کہتے ہیں۔ اے میرے ایشور تو نے کہا۔ تو نے لکھوایا۔ مجھ میں کیا طاقت ہے

بہ طوق بصد گانہ

۔ تو نے کہا بس۔ میں نے کہا بس یہی خاتمہ ہو گیا۔ (ہاں پروفیسر آزاد
آج ہے ۲۲ ر ماگھ بدی سمت ۱۸۵۳ ۔ جنوری کی پہلی سنہ ۱۸۹۶ عیسوی۔ ربیع الثانی
۲۶ ر سنہ ۱۳۱۶ ہجری۔ دن ہے بُدھ کا۔ دیکھ یہ ہے معجزہ ہمارا۔ ۴ ہزار برس
بعد ہم نے اس کتاب کو تجھے لکھوا دیا۔ سنہ۔ مہینے۔ مہینوں کی تاریخیں۔
کسی میں فرق نہیں۔ یہ ہے ہماری حکمۃ۔ جب ہم اپنا فلسفہ کام میں لائینگے تو
وہی وقت ہوگا جو ہم وعدہ کر چکے۔ یہی ہے! یہی ہے! یہی ہے! بس